مقالات

ابوالکلام

آزاد

قیمت : دس روپے -/۱۰

ناشر

چمن بک ڈپو، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

عرض ناشر

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے مسلمانوں کی جو علمی سیاسی اور مذہبی خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ مولانا اُن لوگوں میں سے تھے جو مرنے کے بعد بھی ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ آپ کے زرنگار قلم سے نکلے ہوئے چند شہ پارے جو مسلمانوں کی آزادی مسلمانوں کے فرائض۔ اعلان حق و صداقت وغیرہ پر مشتمل اور نایاب مضامین ہیں۔ اور عرصے سے کمیاب تھے۔ ہم اس سلسلے کے دو مجموعے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ایک سلسلہ ہم پہلے ہی "مضامین ابوالکلام" کے نام سے شائع کر چکے ہیں۔ دوسرا سلسلہ "مقالات ابوالکلام" کے نام سے آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کے پہلے ایڈیشن میں جو طباعت کی اغلاط رہ گئی تھیں، وہ اس جدید ایڈیشن میں صحیح کر دی گئی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب سب مسلمانوں کے لئے صحیح اخلاق و کردار کی تعمیر میں معین و مددگار ثابت ہوگی۔ فقط

ترتیب

اَوْلِیَاءُ اللّٰہ وَ اَوْلِیَاءُ الشَّیٰطِیْن
اصحاب النار و اصحاب الجنۃ

تفسیرُ القرآن کا ایک باب

قرآن حکیم کے تدبر و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق و باطل ایمان و کفر نور ظلمت تعلق علوی و رشتۂ سفلی، اور اعمال صالحہ و کاروبار مفسدہ و سیہ کے اختلاف کے اعتبار سے بالکل متضاد اور باہم دگر مخالف گروہ دنیا میں ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں اور جب کبھی حق و باطل کا معرکہ گرم ہوتا ہے تو انہیں دو جماعتوں کی قطاریں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوتی ہیں۔ قرآن حکیم نے مختلف ناموں سے ان دونوں جماعتوں کا ذکر کیا ہے اور جا بجا ان کے آثار و علائم اور خواص و اعمال کی تشریح کی ہے۔ بلکہ قصداً ان سے زیادہ مقامات میں ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جس نے اپنے دلوں کو ان کے قبول کے لئے مستعد کر لیا ہے اور جو اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے اللہ اور اس کی صداقت کو چاہنے والی اور پیار کرنے والی ہے اور اس لئے اللہ نے بھی اسے اپنا دوست اور ساتھی بنا لیا ہے۔ اس جماعت کو "اولیاء اللہ" کے لقب سے پکارا گیا ہے یعنی وہ خدا کے دوست ہیں اور اس کے چاہنے والوں کے گروہ میں داخل ہیں۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا۔

اللہ ولی الذین آمنو یخرجہم من الظلمت الی النور (۲-۲۵٦)
اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی (دوست) ہے وہ انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے

آل عمران میں کہا :-

واللہ ولی المؤمنین (۳-٦۸)
اور اللہ مومنوں کا ولی یعنی دوست ہے۔

سورۂ جاثیہ میں متقین ہے :-

واللہ ولی المومنین
اللہ متقی انسانوں کا ولی ہے۔

سورۂ اعراف میں صالحین کہا :-

وھو یتولی الصالحین (۷-۱۹۵)
اللہ صالح انسانوں کا دوست ہے۔

اولیاء اللہ کی پہچان

سورۂ جمعہ میں اس گروہ کے لیے ایک آزمائش تبلائی، جس میں پڑھ کر معلوم ہو جائے گا کہ کون اولیاء اللہ میں سے ہے اور کون اولیاء الشیطان میں سے ؟

قل یا ایہا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ (٦۲-۵۰)
اے پیغمبر! یہودیوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اس بات کا دعویٰ ہے کہ تمام بندوں میں سے صرف تم ہی اللہ کے ولی اور دوست ہو، تو اسکی آزمائش یہ ہے کہ خدا کی راہ میں موت کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو گے تو ضرور اسی کی آرزو کرو گے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے دوستوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ جب انہیں جان دینے اور زندگی اور اس لذتوں سے دست بردار ہو جانے کی دعوت دی جاتی ہے تو

لبیک کہتے ہوئے اس طرح دوڑتے ہیں، گویا بھوکوں کو غذا کی اور پیاسوں کو پانی کی پکار سنائی دی۔ پر جو جھوٹے ہیں اور اللہ کی ولایت سے محروم، وہ انکار کر دیتے ہیں اور یہ ان کے جھوٹے ہونے کی مہر ہے جو خود انھوں نے اپنے اوپر لگا دی۔

ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیہم واللہ علیہم بالظالمین

اور یہ اللہ اور اس کی صداقت کی دوستی کا جھوٹا دم بھرنے والے کبھی بھی موت کی تمنا کرنے والے نہیں۔ کیونکہ انھوں نے ایسے کام کئے ہیں جو انہیں موت کے تصور سے ڈراتے ہیں اور زندگی کی موت کو غنیمت

موت کی تمنا سے مقصود ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئی آدمی موت کو پکارے اور اسکے لئے التجا کرے۔ اللہ کا مقصود اس سے یہ تھا کہ سچے اور جھوٹے کی پہچان کے لئے ایک کسوٹی دیدے۔ پس فرمایا کہ اگر خدا کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو یعنی اس کے لئے اور اس کے کلمہ حق کے لئے ایسے کاموں میں پڑو، جن میں جان دینے، اپنا خون بہانے، اور اپنے جسموں کو طرح طرح کی مہلک مشقتوں میں ڈالنے، اور زندگی کے عیش و نشاط سے محروم ہونے کی ضرورت ہو اسکے بعد پھر وہی فیصلہ کیا کہ یہ کام اولیاء اللہ کا ہے، اولیاء الشیطان کبھی کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ موت کے نام سے ڈرتے اور کانپتے ہیں، اور زندگی کے عشق میں پاگل ہوگئے ہیں۔

قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ثم تردون الیٰ عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون۔ (۶۲ : ۶)

ان سے کہہ دو کہ اے نفس پرستو! جس موت سے تم اس قدر بھاگتے ہو، وہ کبھی تمہیں چھوڑ نہ دے گی ایک دن ضرور ہی آئیگی، پھر تم اسی خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔

لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

سورہ یونس میں ان کی ایک بہت بڑی علامت یہ بتلائی۔ کہ ان کے لئے خوف

اور غم نہ تو دنیا میں ہوتا ہے اور نہ آخرت میں :-

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ لا تبدیل لکلمات ذالک ھو الفوز العظیم!

(۱۰ - ۶۲)

یاد رکھو کہ "اولیاء اللہ" پر نہ تو کسی طرح کا ڈر اور خوف طاری ہوگا، اور نہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ پر سچی دھن کی طرح ایمان لائے اور اپنے اعمال میں اس کا خوف پیدا کیا پس ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ یہ اللہ کا قانون ہے اور اللہ کے کلمات میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ انسان کے لئے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

دارالسلام

سورۂ انعام میں ان ارباب حق کا ذکر کیا جن کے دلوں کو خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام۔ اور جو ان لوگوں کے مقابلہ میں ہیں جن کے دل فشار کفر و ضلالت سے اس قدر تنگ ہو گئے ہیں کہ اب ان کا انشراح روحانی ہو نہیں سکتا۔ ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا۔ اس کے بعد اول الذکر جماعت کے لئے بشارت دی۔

لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم بما کانوا یعملون (۶ - ۱۲۷)

ان کے پروردگار کے پاس ان کے لئے امن اور سلامتی کا گھر ہے اور ان کے نیک عملوں کے صلے میں وہی ان کا ولی ہے۔

قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

سورۂ حم سجدہ میں ان مومنین کاملین کا حال بیان کیا ہے جنھوں نے پہلے مقام عبودیت و اعتراف ربوبیت حاصل کیا، پھر مقام استقامت و ثبات عمل و ایمان تک مرتفع ہوئے:۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا۔ ان کی نسبت فرمایا کہ: تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ جو طمانیت و سکینہ اور بے خوفی و بے غمی کا مقام ان پر طاری کر دیتے ہیں۔ اور جس نعمت جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی انھیں بشارت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:۔

نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ، ولکم فیہا ما تشتھی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون۔ نزلا من غفور رحیم۔ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین۔ (۳۳-۳۱-۳۲)

ہم تمہارے مددگار ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور تمہیں اس حیاۃ بہشتی میں ہر طرح کا اختیار اور حکم بخشدیا گیا ہے۔ جس چیز کو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے مہیا ہے اور جو نعمت اللہ سے مانگوگے تمہیں عطا ہوگی۔ یہ مقام تمہیں خدائے غفور رحیم کی طرف سے عطا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر اور کسی کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دے، اور اعمال صالحہ اختیار کرے نیز کہے کہ میں مسلم ہوں۔

اولیاء الشیطین

لیکن اس جماعت کے مقابلہ میں ایک دوسری جماعت ہے جو اپنے خواص و اعمال

میں بالکل اس کی ضد اور مخالف واقع ہوئی ہے قرآن کریم اسے "اولیاء الشیاطین" سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں وہ تمام قوتیں جو تعلق الٰہی اور رشتۂ حق وصداقت کے مخالف ہیں، شیطانی قوتیں ہیں، اور ان میں ہر قوت اور عمل شیطان لعین کا ایک مظہر خبیث ہے۔ بس جو لوگ حق وعدالت کی راہ روشن سے ہٹ کر اعمال باطلہ کی تاریکی میں گم ہو گئے ہیں اور اللہ کا رشتہ ان کے ہاتھوں میں نہیں ہے، وہ خواہ کسی حال اور کسی شکل میں ہوں، لیکن درحقیقت شیطان کے ولی، اس کے پرستار، اسکی نسل کے چاکر اور اس کی بادشاہت کے غلام ہیں۔

یہی وہ شیطان کی ولایت ہے اور پرستش ہے جس کے متعلق بنی آدم سے ربوبیت الٰہیہ نے عہد کیا:—

الم اعهد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان، انه لکم عدو مبین وان اعبدونی هذا صراط المستقیم؟ (۳۶:۵۹)	اے اولاد آدم کیا ہم نے تمہیں تاکید نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی پوجا نہ کرنا۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اور یہ کہ صرف ہماری ہی بندگی کرنا یہی انسان کے لئے سیدھا راستہ ہے۔

چنانچہ سورۂ اعراف میں صاف صاف اس کی تصریح کی۔

فریقاً هدیٰ وفریقاً حق علیهم الضلالة انهم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون الله ویحسبون انهم مهتدون (۷-۲۹)	خدا نے دو فرقوں میں سعادت وشقاوت کو تقسیم کر دیا۔ اس نے ایک جماعت کو ہدایت دی ہے، اور ایک فریق ہے کہ گمراہی اس پر چھا گئی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں (یعنی دوسری جماعت کے گمراہ) کہ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا ولی بنا لیا ہے اور باایں ہمہ اس زعم باطل میں

گرفتار ہیں کہ وہی راہِ راست پر چل رہے ہیں :-

اسی سورۃ میں اس سے کچھ پہلے ایمان و مومنین کے مقابلے میں "اولیاء الشیطان" کا ذکر ہے :-

انا جعلنا الشیاطین اولیاء الذین لا یؤمنون (۷-۲۷)

ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا ولی یعنی آشنا و ہمدم بنا دیا ہے جو ایمان سے محروم ہیں۔

معرکۂ قتال وجدال

پس اس آیت سے صاف صاف ہمارا استدلال واضح ہو گیا۔ یعنی دو فرقے ہیں جن میں سے ایک کو خدا نے اولیاء اللہ کے نام سے پکارا، اور دوسرے کی نسبت تصریح کی کہ اس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا ہے۔

سورۂ کہف میں شیطان ذکر کر کے فرمایا ہے۔

أفتتخذونه وذريته اولياء من دوني وهم لكم عدو بئس للظالمين بدلا (۱۸-۵)

آیا تم ہم کو چھوڑ کر شیطان کو اور اسکی نسل کو اپنا ولی بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے! ظالموں کے لئے یہ کیا ہی برا بدلہ ہے کہ وہ خدا کی جگہ نسل شیطانی کے ماتحت آ گئے۔

معرکۂ قتال وجدال

پس ایک طرف تو اولیاء اللہ ہیں۔ اور دوسری طرف اولیاء الشیطان"

اولیاء الشیطان کے بھی مثل اولیاء اللہ کے مختلف مدارج و مراتب ہیں آخری مرتبہ

درجہ کفر ہے اور اس کا سب سے بڑا اضل و اشقی گروہ "الکافرین" کا ہوتا ہے۔ یہ دونوں جماعتیں ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا رہتی ہیں۔ اور باہم معرکہ جنگ و قتال گرم رہتا ہے۔

الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت۔ (۴۔۷۵)

پس جو لوگ مومن اور اللہ کے ولی ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے "کفر" اختیار کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑنے کے لئے نکلتے ہیں۔

طاغوت

"طاغوت" سے مراد بھی قوت ابلیسی و شیطانی اور اس کے مختلف مظاہر ہیں خواہ وہ پتھر کے بت ہوں یا بولنے والے انسان، اسی لئے سورۂ بقر کی آیۂ کریمہ میں اولیاء اللہ کا ذکر کرکے اولیاء الشیطان کی نسبت فرمایا کہ:
والذین کفروا اولیاؤھم الطاغوت (۲۔۲۵۷) جن لوگوں نے حق سے انکار کیا ان کا دوست اور ولی خدا نہیں ہے، طاغوت ہیں۔

حکم قتال

غرضیکہ پہلی جماعت اللہ کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنے کے لئے نکلتی ہے اور دوسری جماعت شیطان کی راہ میں جنگ و قتال کرنے کے لئے۔

فقاتلوا اولیاء پس اولیاء الشیطان کو قتل کرو تاکہ دنیا ظلم و فساد سے نجات پائے

الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا۔ (۴-۷۵) اور صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔ شیطان کے مکروفریب خواہ کتنے ہی مہیب اور ڈراؤنے نظر آئیں تاہم یقین کرو کہ اولیاء اللہ کے مقابلے میں بالکل کمزور و ضعیف ہیں۔

اگر ان تمام آیتوں کو جمع کیا جائے جن میں ان متضاد و مخالف دو جماعتوں کے خواص و اعمال کا اور ان کی پہچان کی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے تو مضمون اس قدر بڑھ جائے، کہ اصل مطلب کی گنجائش کی نہیں معلوم کتنی اشاعتوں کے بعد نوبت آئے پس میں نہایت اختصار سے کام لوں گا اور صرف اشارات موجزہ پر اکتفا کروں گا امید ہے کہ عنقریب بسلسلہ "باب التفسیر" ایک مستقل مضمون اس موضوع پر لکھ سکوں۔

مَا وَجَدْنَا عَلَیْهَا اٰبَاءَنَا

ازاں جملہ اس جماعت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ جب کبھی اولیاء اللہ اسے برائیوں اور معصیتوں سے روکتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ :-

وجدنا علیها اٰباءنا واللّٰہ امرنا بها قل ان اللّٰہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون۔ (۷-۲۷) ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا اور اسی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں ان گمراہیوں سے کہہ دو کہ خدا نے کبھی بھی اپنے بندوں کو برائیوں اور فواحش کا حکم نہیں دیا۔ کیا تم اللہ کی نسبت وہ باتیں کہتے ہو جنہیں نہیں جانتے۔

خسرانِ عاقبت

اولیاء الشیطان کی ایک بہت بڑی علامت یہ بھی ہے کہ کامیابی و فلاح انھیں نصیب نہ ہوگی اور عاقبت کا گھاٹے ٹوٹے ہی میں رہیں گے۔

ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا۔ یعدھم ویمنیھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا۔ (۴ - ۱۱۸)

اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنایا تو یقیناً بڑے ہی سخت گھاٹے ٹوٹے میں پڑا۔ شیطان اپنے دوستوں اور پجاریوں سے طرح طرح کے وعدے کرتا اور بڑی بڑی امیدیں دلاتا ہے، لیکن جان رکھو کہ شیطان جو کچھ وعدے کرتا ہے اس میں دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تخویف شیطانی

شیطان اپنے ولیوں اور پجاریوں کے ذریعہ اللہ کے ولیوں اور پرستاروں کو ہمیشہ ڈراتا اور دھمکاتا رہتا ہے۔ مگر مومنوں کے لئے خوف نہیں۔

انما ذالکم الشیطان یخوف اولیاء فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین! (۳ - ۱۷۴)

بیشک یہ شیطان تھا جس کا قاعدہ ہی اللہ کے دوستوں کو اپنے دوستوں کی جماعت کا ڈراوا دکھلاتا ہے، مگر اے مسلمانو! تم اس سے ذرا بھی نہ ڈرنا، اگر تم سچے مسلمان ہو تو بس ہماری ہی حکومت کا خوف کرو۔

يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّوْرِ إِلَى الظُّلُمَاتِ

ایک بہت بڑا فرق حالت یہ بھی ہے کہ اولیاء اللہ ایسے عہد میں ہوتے ہیں جبکہ حق اور سچائی محدود، مگر باطل اور فساد عام ہوتا ہے اور گمراہی کی تاریکی اس طرح پھیل جاتی ہے کہ کوئی گوشہ بھی پوری طرح روشن و منور نہیں ہوتا۔ ایسی ہی ساتھی اور اسی طرح کے گرد و پیش میں وہ پرورش پاتے ہیں۔ اور انہی خیالات و اعتقادات کو آنکھیں کھول کر ہر طرف دیکھتے ہیں۔ ان کے سامنے جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی یکسر گمراہی ہوتی ہے۔ ان کے کان جو کچھ سنتے ہیں۔ اس میں بھی ضلالت ہی کی صدا اٹھتی ہے اور دماغ و فکر جو کچھ سوچتا ہے اس کا سامان بھی سرتاسر گمراہی و باطل ہی کے واسطے میسر آتا ہے۔

لیکن جبکہ وہ اس طرح چاروں طرف کی پھیلی ہوئی اندھیاری میں گھرے ہوتے ہیں تو یکایک خدا کا ہاتھ چمکتا ہے، اور انھیں گمراہی سے نکال کر حق و ہدایت کے اجیالے میں لے آتا ہے۔ ان کی ہدایت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی معذور آدمی اندھیری رات میں ٹھوکروں سے قریب اور غاروں کے کنارے کھڑا ہوا اور اندھوں کی طرح دیکھنے اور چلنے سے معذور ہو گیا ہو۔ اتنے میں ایک واقف راہ اور باخبر ہادی ظاہر ہو کر اس کا ہاتھ تھام لے اور ٹھوکروں سے بچاتے ہوئے اور گڑھوں اور غاروں سے نگرانی کرتے ہوئے ایک سیدھے اور محفوظ شاہراہ سے منزل مقصود تک پہنچا دے۔

یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ جبکہ گمراہی اور باطل پرستی کی رات آنکھوں کو

اندھا اور بصارت کو بے فائدہ کر دیتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے ہدایت کا سورج چمکا دیتا ہے، اور ان کے دلوں کا اس کی روشنی کے اخذ وانعکاس کے لئے انشراح کر دیتا ہے۔

لیکن جو لوگ قوائے الٰہیہ کی جگہ قوائے شیطانیہ کو اپنا مولیٰ اور آقا بناتے ہیں۔ اور شیطان کے عاشقوں اور پیار کرنے والوں کے جرگے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ سو ان کی حالت ان لوگوں سے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ پہلی جماعت تاریکی سے نکل کر روشنی میں آتی ہے پر یہ جماعت روشنی سے نکل کر تاریکی میں ڈالی جاتی ہے۔ پہلی جماعت کی اصلی اور ابتدائی حالت تاریک ہوتی ہے، مگر اللہ سعادت و ہدایت کی نورانیت میں نکال لاتا ہے۔ دوسری جماعت کے لئے ابتداء میں تو ہدایت و سعادت موجود ہوتی ہے لیکن بعد کو شیطان سعادت سے نکال کر شقاوت میں دھکیل دیتا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقر کی آیۂ کریمہ اوپر گزر چکی ہے اس کے لفظوں پر غور کرو۔

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور، والذین کفروا اولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات۔

اللہ مومنوں کا دوست اور ولی ہے۔ وہ انھیں تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے مگر جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی، ان کے دوست طاغوت ہیں جو انھیں اللہ کی روشنی سے نکال کر شیطان کی اندھیاری میں ڈالتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی نسبت کہا کہ یخرجہم من الظلمات الی النور اور اولیاء الشیطان

ویحسبون انھم مھتدون

ایک علامت ان کی یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے زعم باطل میں اپنے تئیں حق و ہدایت پر سمجھتے ہیں۔ اس کا انھیں بڑا دعویٰ ہوتا ہے اور بڑا ہی گھمنڈ، حالانکہ وہ ہدایت سے اس قدر دور ہوتے ہیں جس قدر باوجود اتصال کے روشنی سے تاریکی۔

انھم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون (۷۔۳۰)

"انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانی قوتوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔ با ایں ہمہ اس زعم باطل میں گرفتار ہیں کہ وہ ہی راہ ہدایت پر ہیں۔"

وحی شیطانی

شیاطین ہمیشہ اپنے اولیاء پر وحی کرتے ہیں تاکہ خدا کے دوستوں سے شیطانی الہامات کے مطابق بحث وجدل کر سکیں اور انھیں اللہ کی بادشاہت سے نکال کر شیطانی حکومتوں میں داخل ہونے کی ترغیب دیں۔

وان الشیٰطین لیوحون الی اولیاءھم لیجادلوکم، وان اطعتموھم انکم لمشرکون (۶۔۱۲۱)

"اور شیاطین اپنے دلیوں کیطرف وحی کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ شیطانی الہام کے بموجب کٹ حجتی وجدل کریں لیکن اگر تم نے انکی باتوں کی اطاعت کرلی تو جان رکھو کہ پھر تمہارا شمار بھی مشرکوں میں ہوگا۔"

حزب اللہ و حزب الشیطان

قرآن کریم ان دو جماعتوں کو ایک دوسری اصطلاح سے بھی موسوم کرتا ہے

سورۂ مائدہ میں مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ اللہ اور اس کی شریعت کے مقابلہ میں یہود و نصاریٰ کو اپنا ولی بنائیں: لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء اس کے بعد فرمایا کہ اگر لوگ اللہ کی دوستی کی راہ چھوڑ کر الگ ہو جائیں تو اسلام کے کاموں کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔ خدا ایک دوسری جماعت سچے مومنوں اور اپنے دوستوں کی پیدا کر دیگا، جن کی ولایت الٰہی اور محبت ربانی یہاں تک بڑھی ہوگی کہ وہ اللہ کے چاہنے والے ہونگے اور انسے پیار کریگا یحبھم ویحبونہ پھر کہا کہ:

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ومن یتول اللہ و رسولہ والذین آمنوا فان "حزب اللہ" ھم الغالبون ٥ (٥ - ٦١)

"مسلمانو! تمہارا دوست اللہ اور اسکا رسول ہے، اور وہ مومن جو ایمان لاچکے ہیں جو صلوٰۃ الٰہی کو دنیا میں قائم کرتے ہیں جو خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور جو ہر وقت اللہ اور اسکے حکموں کے آگے رہتے ہیں پس جو شخص اللہ، اسکے رسولؐ اور مومنوں کا دوست و مولیٰ ہو کر رہیگا وہ حزب اللہ میں ہے اور یقین کرو کہ "حزب اللہ" ہی کے لوگ غالب ہونیوالے ہیں۔"

اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کے ولی اور اسکے دوست ہیں انکا ایک نام لسان اللہ الحکیم میں "حزب اللہ" بھی ہے "حزب" کہتے ہیں گروہ اور جماعت کو، حزب اللہ سے مقصود وہ لوگ ہوئے جو اللہ کی جماعت ہیں۔

چنانچہ سورۂ حشر میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی محبت کی راہ میں دنیا کے تمام رشتوں کی پرواہ نہ کریں حتیٰ کہ ماں باپ اور عزیز و اقربا کی محبت اور دامن گیری کو بھی ہیچ سمجھیں اور خدا کی پکار جب انکے کانوں میں پڑ جائے تو سب کو چھوڑ چھاڑ

کر اسی کی طرف دوڑ جائیں، تو ایسے لوگ "حزب اللہ" ہیں۔

اولئك "حزب الله" الا ان حزب الله هم المفلحون (۵۸-۲۲)

"یہی لوگ "حزب اللہ" ہیں سُن رکھو یقیناً "حزب اللہ" ہی کے افراد فلاح پانے والے ہیں۔"

جس طرح اولیا اللہ کا ایک نام یا ایک درجہ "حزب اللہ" ہے اسی طرح اولیا الشیطان کا بھی دوسرا نام "حزب الشیطان" ہے۔

استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله، اولئك "حزب الشیطان" الا ان "حزب الشیطان" هم الخاسرون ۝ (۵۸-۱۹)

"شیطان اور اسکی قوتیں ان پر مسلط ہو گئی ہیں پس انھوں نے خدا کے ذکر اور رشتے کو فراموش کر دیا ہے، یہی لوگ "حزب الشیطان" ہیں اور جان رکھو کہ حزب الشیطان کے لئے آخرکار نقصان اور خسران ہی ہے۔"

اَصحابُ النّارِ و اَصحابُ الجنّۃِ

اور یہی وہ دو جماعتیں ہیں جن کو صدہا مقامات میں "اصحاب النار" اور "اصحاب الجنۃ" کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے اور انکے اعمال و خواص کی جابجا توضیح کی ہے چنانچہ سورۂ بقر والی آیۃ کو ایک بار اور پڑھو اور اسکے بقیہ ٹکڑے کے الفاظ پر غور کرو۔

والذین کفروا اولیاؤهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات اولئك "اصحاب النار" هم فیها خالدون (۲-۲۵۷)

"اور جن لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی سو انکے اولیا طاغوت ہیں جو انھیں نور و ہدایت سے نکال کر ظلمات ضلالت میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ "اصحاب النار" ہیں اور ہمیشہ دوزخی عذابوں میں رہیں گے۔"

اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے اولیاء و سردار "طاغوت" ہوں (اور "طاغوت" سے مراد بھی شیطان اور اسکے خلفاء و مظاہر ہی ہیں)، تو ایسے لوگ "اصحاب النار" ہیں کیونکہ انکی زندگی ہمیشہ آگ میں جلتے رہنے کی اور سوختنی ہوگی روح اور دل کا سکھ انھیں نصیب نہ ہوگا۔

اس سے پہلے ایک آیۃ گذر چکی ہے جسمیں "اولیاء اللہ" کی نسبت فرمایا کہ تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔

اس سے پہلے ایک آیۂ کریمہ میں خاص طور پر اولیاء اللہ کو "جنت" کی بشارت دی گئی ہے پس فی الحقیقت وہی "اصحاب الجنۃ" بھی ہیں کیونکہ انکی حیات دنیوی و دینی جسمی و روحی، ظاہری و معنوی ہر حال اور عہد و دور میں کامیابی فتحمندیوں آرام و راحت، نعائم و لذائذ اور عیش و نشاط کی زندگی ہوگی۔

اعمال و خصائص

سورۂ یونس میں "اصحاب الجنۃ" اور "اصحاب النار" کی تعریف پوری وضاحت کے ساتھ بتلادی ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ دونوں جماعتوں کے اعمال کیسے ہوتے ہیں؟ اور کن نتائج کی بنا پر ایک کو جنت والوں کی اور ایک کو نار والوں کی زندگی ملتی ہے؟

للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلۃ اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔ (۱۰-۲۶)

"اور جن لوگوں نے دنیا میں اچھے اور بھلائی کے کام کئے انھیں نیک کاموں کے بدلے میں ویسی ہی بھلائی اور فلاح ملیگی بلکہ انکے حق سے بھی زیادہ ملیگی انکو کبھی بھی ناکامی کا غم شکست کی رسوائی اور نامرادی

و تذلل کی ذلت پیش نہ آئیگی، یہی لوگ "اصحاب الجنۃ" ہیں جو ہمیشہ بہشتی زندگی میں رہیں گے"

اسکے بعد دوسرے گروہ کی حالت بتائی:

والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلها وترهقهم ذلۃ ما لهم من اللہ من عاصم، کانما اغشیت وجوههم قطعا من اللیل مظلما اولئک اصحاب النار هم فیها خالدون (۱۰-۲۷)

"اور جن لوگوں نے دنیا کے کاموں میں برائی حاصل کی اور بدی کا راستہ اختیار کیا، تو یہ ظاہر ہے کہ فطرت الٰہی برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے دیگی۔ ذلت اور نامرادی سے انکے چہرے ایسے کالے پڑ جائیں گے گویا رات کی چادر ظلمت کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر انکے چہروں پر ڈال دیا گیا ہے، اللہ کے عذاب سے انھیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہی لوگ "اصحاب النار" ہیں جنکے لیے ہمیشہ دوزخی زندگی ہوگی"

ان دو آیتوں کی اگر اپنے مذاق کے مطابق تفسیر کروں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے۔ اسلامی تعلیم کی حقیقت اور قرآن حکیم کے اصول درس، حقائق و معارف کا ایک بحر ذخار ہے جو ان چار جملوں کے اندر بند کر دیا گیا ہے: ختامہ مسک وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ ثواب و عذاب کی حقیقت، نتائج افعال اور مکافات عمل کے فطری اور طبیعی اصول کی تشریح، مذہب و اخلاق کی اساسات اصلیہ اور امتیازات عملیہ، قانون تعالیٰ و تفاضل بشری کے مبادی حقائق، اصحاب جنۃ و ارباب نار کی قدرتی تقسیم فطرۃ کا قانون عمل بالمثل اور انسان کیلئے راہ سعادت و ہدایت کی کلی اور اصولی تعلیم، غرضکہ شریعت و اخلاق اور حکمت و تعلیم کی کوئی اصولی بحث ایسی نہیں ہے جو ان دو آیتوں پر متفرع نہ ہوتی ہو اور انکی طرف ایک واضح و بین اشارہ ان میں نہ کر دیا گیا ہو۔ تاوقتیکہ تفسیر القرآن کی تحریر و توزیع کا مستقل انتظام نہ ہو، ضمنی طور پر یہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں۔

ماہِ ربیع الاوّل

ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السموات والارض پانی برساتا ہے، جب انسان اپنی غذا کیلئے بیقرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیجدیتا ہے، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں تو آسمان رحمت پر بدلیاں پھیل جاتی ہیں!

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خلالہ فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون۔ (۳۰ - ۴۸)

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اسکی مرضی نے انتظام کرا دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ انکے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے پانی برسا دیتا ہے تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتا ہے۔"

خدا کی تمام مثالیں اور دانیاں جو اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے کھولتا ہے ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں تاکہ زمین کی ہر مخلوق انکی تصدیق کر سکے اور ان سے دانائی حاصل کر سکے۔ وہ ایسے تغیرات و حوادث اور غیر فطری و صناعی چیزوں کا ذکر نہیں کرتا جن کو دیکھنے اور سمجھنے کیلئے کسی خاص طرح کی زندگی، خاص طور کے علم،

اور خاص طرح کے گرد و پیش کی ضرورت ہو بلکہ اسکی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے جسکو سنکر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف دونوں یکساں اثر لیتا تھا خدا کی سچائی کو پا سکتے ہیں۔ پس اگر تم نے فلسفہ و حکمت نہیں پڑھا ہے اگر تم نے اجرام سماویہ کے دیکھنے کیلئے کسی رصد خانے کی قیمتی دوربین نہیں پائی ہے اگر تم کو مادہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے، اگر تم کسی دار العلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے ہو، اگر تم صحرائی ہو، اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر برسوں تک رہے ہو اگر پھونس کی ایک چھت اور بانسوں کی ایک شکستہ دیواری رہنے اور بسنے کیلئے تمہارے حصہ میں آئی ہے اور اس طرح تم جانتے ہو کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب و غریب ستاروں کے اندر کیونکر دیکھو اور اسکے حسن و جمال کو عناصر و ذوات خلقت کی آمیزش و آویزش کے اندر کیونکر ڈھونڈو تاہم تم انسان ہو، تم کو روح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو، تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر، بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر، باران رحمت کے ہر قطرے کے اندر اپنے خداوند حی و قیوم کو اسکی قدرت کو، اسکی رافت کو رحمت کو، اس کے پیار و محبت کو دیکھ سکتے ہو، اور اسے پا سکتے ہو، تم میں سے کون ہے جس نے امید و بیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہے اور اسکی بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی امید کو نہیں ڈھونڈھا ہے۔

ومن اٰیاتہ ان یریکم البرق خوفا وطمعاً۔ اور قدرت الٰہی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی ہوتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں تو وہ آسمان پر بارش کی علامتوں کو پیدا کر دیتا ہے اور تم امید و بیم کی نظروں سے انھیں دیکھتے ہو۔"

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمھاری تشنہ و بیقرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کیلئے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کے لئے بیقرار ہو جاتا ہے، کرۂ ارضی اپنی بیخودانہ حرکت میں آفتاب کے آتشکدہ سے قریب تر ہو جاتی ہے، اسکی تمام کائنات نباتاتی اپنا حسن و جمال فطری کھو دیتا ہے، پرند اپنے گھونسلوں میں، ٹہنیاں درختوں میں، اور انسان اپنے گھروں میں پانی کیلئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کیطرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے، تو وہ اپنی محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا، نامرادی کے بعد مراد کا، موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے۔

وینزل من السماء ماءً فیحیی بہ الارض بعد موتہا، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون (۳۰۔ع ۱۳)	"اسکی ربوبیت و رحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کی نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردنی اور ہلاکی چھا جاتی ہے، تو وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین پر موت کے بعد زندگی طاری ہو جاتی ہے۔ یقیناً قدرتِ الٰہی کی اس نمود میں صاحبانِ فکر و عقل کے لئے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں۔"

۲

یہ وہ انتظام الٰہی ہے جو پروردگار عالم نے انسان کے جسم کی غذا کیلئے کیا ہے پھر کیا اس نے انسان کی روح کیلئے کچھ نہ کیا ہوگا؟ وہ رب الارباب جو زمین کی پکار سنکر اسے پانی دیتا ہے اور جسم کی بیقراری دیکھ کر اسے غذا بخشتا ہے، کیا سرزمین روح و معنی کی تشنگی کیلئے کچھ نہیں رکھتا۔ اور دل کی بھوک کیلئے اسکے خزانوں میں کوئی نعمت نہیں؟

وہ کہ اس کی محبت زمین کی مٹی کو خشک نہیں دیکھ سکتی، اور درختوں کی ٹہنیوں کو وہ سرسبز پتوں اور سرخ پھولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھتا، کیا روح انسانی کو ہلاکت و بربادی کیلئے چھوڑ دیگا، اور عالم انسانیت کا مرجھا جا اسے خوش آئے گا؟ وہ رب العالمین جو تمہارے جسم کو غذا دیکر موت سے بچاتا ہے، کیونکر ممکن ہے کہ تمہاری روح کو ہدایت دیکر ضلالت سے نہ بچائے؟

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ:-

من ربکما یا موسیٰ! (۲۰-۵۱) تمہارا پروردگار کون ہے اے موسیٰ؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف اپنے رب العالمین کی تسیت خبر ہی دی بلکہ اسکی ربوبیت کی دلیل قطعی و فطری بھی چند لفظوں میں فرما دی

ربنا الذی اعطی کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ۔ ہمارا رب وہ ہے جو "رب" ہے اور اس لئے اس کی ربوبیت نے کائنات کی ہر چیز کو اس کی خلقی نمو د بخشی، پھر اس کے بعد ان کی ہدایت کر دی تاکہ صحیح اور فطری طور پر کار بند ہو کر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کریں۔ (۲۰-۵۰)

پس اس نے کہ زمین کی مٹی کے اندر قوت نشو و نما رکھی اور پھر پانی برسا کر اس کی ہدایت کر دی، یعنی اس کے آگے نفوذ عمل کی راہ کھول دی، اور جس کی ربوبیت نے عالم ہستی کے ایک ایک ذرہ کیلئے خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان کر دیا، انسان کو جسم اور روح دونوں کیساتھ پیدا کیا ہے، اور اسکے لئے بھی خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان رکھتا ہے

اس کی ربوبیت نے جس طرح جسم کے لئے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے

رکھے ہیں۔ اسی طرح روح کی غذا کے لئے اس کے آسمانوں کی وسعت معمور ہے جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات و نمو کے لیے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں بجلیاں چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اقلیم روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لئے ترستی ہے تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لئے تڑپتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہئے وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے کلمہ حق و صداقت کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر حصے میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے تو اس وقت روح انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے۔ وہاں انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے تو خدا کی ہدایت اسے پھر اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

وھو الذی یرسل الریاح
بشرا بین یدی رحمته
حتی اذا اقلت سحابا
ثقالا سقناه لبلد میت
فانزلنا به الماء فاخرجنا
به من کل الثمرات کذلک

اور وہ پروردگار عالم ہی تو ہے کہ بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو باران رحمت کے آنے کی خوشخبری سنا دیتی ہے، یہاں تک کہ جب اس کا وقت آجاتا ہے تو وہ وزنی بادلوں کو حرکت دیتی ہیں اور ہم انہیں ایک ایسے شہر کے اوپر پہنچا کر پھیلا دیتے ہیں جو ہلاک ہو چکا ہے اور،

کذٰلک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون۔ (۷-۵۷)

زندگی کے لئے پیاسا ہے۔ پھر پانی برستا ہے اور زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے اور نمو بخشی سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے ٹھیک اسی طرح ہم مردوں کو بھی اٹھاتے ہیں اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے سو در اصل ایک مثال ہے تاکہ تم دانائی اور سمجھ حاصل کر لو!

۳

عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا، وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا، اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الٰہی کی نمود ہو گی، سو بالآخر وہ آگیا، اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔

یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی ارتقاء مرتبہ آخری تھا یہ سلسلہ ترسیل رسل و نزول صحف کا اختتام تھا، یہ سعادت و بشری کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا

اور اس لئے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین محمد بن عبد اللہ کی ولادت با سعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴

یہی واقعہ ولادت نبوی ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا، اور یہی ماہ ربیع الاول ہے جس میں اس امتِ مسلمہ کی بنیاد پڑی جس کو تمام عالم کی ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونیوالا تھا۔ یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا یہ عرب کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی، یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی دعوۃ نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے، اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے، بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا، یہ تمام نوع انسانی کے شرف و احترام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش جلال و جبروت کی آخرت اور دائمی نمود تھی!!

پس یہی دن سب سے بڑا ہے، کیوں کہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوتی، اسکی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرۂ ارضی کی ایک عام اور مشترکہ عظمت ہے جس کو وہ اس وقت تک نہیں بھلا سکتی جب تک کہ اسکو سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے، اور جب تک کہ اس کی زمین اپنی زندگی اور بقا کیلئے عدالت و صداقت کی محتاج ہے

۵

دنیا میں سب سے بڑے انقلابات ہوئے ہیں، یہ انقلابات خاص خاص انسانوں

کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ان انسانوں کی پیدائش کے ایام کو بھی دنیا عظمت کے ساتھ یاد رکھنا چاہتی ہے اور اس اعتبار سے اس کی یادگاروں کی فہرست بڑی ہی طویل ہے اس میں بادشاہوں کے زرنگار تختوں کی قطاریں ہیں، فاتحوں کی بے پناہ تلواروں کی جھنکار ہے، سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کی ہیبت ہے حکیموں کی حکمتیں اور دانائیوں کے دفاتر ہیں، فلاسفہ و علماء کے علوم و صحائف کے خزائن ہیں، صناعوں کی ایجادیں ہیں، وطن پرستوں کے مواعظ ہیں، قومی پیشواؤں اور ملکی داعیوں کی جانفشانیوں اور سرفروشیوں کی داستانیں ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا اگر اپنی عظمت کے اصلی وطن کو یاد رکھنا چاہتی ہے تو ان میں سے کس کو یاد رکھے؟

ان میں سے کون ہے جس نے دنیا کو سب سے بڑی چیز دی ہے تاکہ وہ بھی سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اسی کی یاد کو پیار کرے؟

۶

آؤ ہم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہوں کو دیکھیں جنھوں نے دنیا کے بڑے بڑے رقیبوں کو نوک شمشیر پر رکھ لیا اور ایسے ایسے عجیب و غریب ایوانوں اور محلوں میں بسے جن کی دیواریں اور چھتیں چاندی سونے اور لعل و جواہر سے بنائی گئی تھیں، انھوں نے بہت زیادہ مال و متاع جمع کیا، ان کے پاس لوہے کے بہت زیادہ آلاتِ خونریزی تھے اور ان کی اطاعت و غلامی میں انسانوں کا سب سے بڑا گلہ تھا، پس ان کی پیدائش کے واقعہ کو بھی سب سے زیادہ عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش ہونا چاہیئے۔

لیکن اگر دنیا ان کی پیدائش کو یاد رکھے، تو بتلاؤ کہ دنیا کے لئے انھوں نے

کیا کیا؟ ان کی فتوحات بہت وسیع تھیں اور ان کی وہ دولت جو انھوں نے زمین کی بستیوں کو اجاڑ کر لوٹی تھی، بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر آتی تھی، لیکن دنیا کو اس سے کیا ملا؟ کہ دنیا کی گردن ان کی یاد کے آگے جھکے؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے تو اس کو یوں کہیے کہ انھوں نے سب سے زیادہ زمین کو ویران کیا، سب سے زیادہ اس کی آبادیوں کو اجاڑا سب سے زیادہ خون کی ندیاں بہائیں، اور سب سے زیادہ خدا کے بندوں کے گلے میں اپنی غلامی کی لعنت کا طوق ڈالا۔ پھر کیا دنیا اپنی ویرانیوں، اپنے قتل و غارت، اپنے نہب و سلب اور اپنی غلامی کی لعنت کے ناپاک دنوں کو یاد رکھے، اور جن کی اہلبیت نے یہ لعنت پھیلائی تھی، ان کی پیدائش کی نحوست پر خوشیاں منائے۔

سکندر دنیائے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی، لیکن دنیا اگر اس کی پیدائش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟

یہ دنیا کی ویرانیوں، ہلاکتوں، اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھ آئے گا۔

دنیا میں جس قدر بادشاہ پیدا ہوئے اگر تم ان کی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ وہ جتنے بڑے بادشاہ تھے اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی فطری قوتوں کے لئے پتھر تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی قدرتی حرکت و نشو و نما کے لئے زنجیر تھے اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کے لئے ان کے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی۔

پس جن کا وجود خود دنیا کے لئے ایک زخم تھا۔ وہ اپنی یاد میں ایک گم شدہ شفا کیوں کر پا سکتی ہے۔

۷

حکما کی حکمت، فلاسفہ کا فلسفہ، صناعوں کی ایجادیں: بلاشبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں، لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں تو انھیں بتلانا چاہیئے کہ انھوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھ اور زمین کی حقیقی مصیبت کے لئے کیا کیا؟ آسمانوں کی فضا ان گنت ستاروں کی قطاروں میں پھیلی ہوئی ہے، بلاشبہ وہ شخص بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ہی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں، ان میں ثوابت ہیں۔ سیارات ہیں اور ان کی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی، تو اس وقت بھی بیمار تھی۔ اور یہ معلوم کر کے بھی بیمار ہی رہی، اس کا اصلی دکھ یہ تھا کہ انسان خود اپنی نسبت، اپنی فطرت، صالحہ کی نسبت، اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتا۔

اس صناع کو اگر تم جانتے ہو جس نے انسان کے لئے فن تعمیر ایجاد کیا تھا کہ وہ پائدار مکانوں اور خوب صورت چھتوں کے نیچے بیٹھے تو تمہیں بتلانا چاہیئے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھ کر نیک اور سچا انسان نہ تھا، بڑے بڑے محلوں کے اندر بس کر اس نے اپنی گم شدہ حقیقت پا لی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گمشدگی ہے، سعادت انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جس کی ڈھونڈ میں

ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہہ و بالا ہو رہا ہے، پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ہی انسانیت کے سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں تو انکی ایجادوں نے انسانوں کو کس قدر امن دیا؟ کس قدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراطِ سعادت پہ چلایا؟ طلسم حیاتِ انسانی کا کونسا راز افشا کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا؟ پھر اگر وہ یہ نہ کر سکے تو دنیا انکی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھ سکتی ہے، پر انکی یاد میں اس کے لئے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے اصلی دکھ کے لئے کچھ نہیں کیا۔

۸

اچھا، دنیائے قدیم کے ذخیرے میں جو کچھ ہے اسے چھوڑ دو، کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کے لئے کچھ نہ تھا، تو بہت ممکن ہے کہ آج لندن اور برلن و پیرس کے عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کر دینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز مل جائے جس کے لئے ابتدائے خلقت سے حیران و سرگشتہ رہی ہے!

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوتی ہے ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمہارے سامنے ہوں، کیونکہ ہماری موجودہ صحبت انکے اعادہ کی متحمل نہیں، ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں۔ ان کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا، انکی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں، وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کر سکی تھیں۔ انھوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی۔ اور انھیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل

نہ تھیں جن کے ذریعے ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے۔ پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا

یہ اور اسی طرح دعوے تھے جن سے موجودہ تمدن کی فضا بھر گئی تھی اور جن کے ذریعے اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے، حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے۔

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا (۲۵-۲۱)

بلا شبہ انھوں نے یہ کہہ کر اپنے اندر گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی کا سخت درجہ کی سرکشی کی۔

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کے لیے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بُت کی طرف جاتی ہے تو اسے کیا جواب ملتا ہے۔

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بُت چور چور کر دیا گیا ہے اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھ جو قوم ثمود و عاد اور بڑی بڑی آبادیوں اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دے چکا تھا، اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے، تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باہمی قتل و خونریزی پر چارپایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح نظر ڈالو اور دیکھو کہ یہ کیا ہے کہ جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے، یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں۔ یہ تمدن ہے جو تمدن سے ٹکرا رہا ہے، یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے، یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے، یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے اور اس طرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے!

يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ (۵۹-۲) "اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اجاڑ رہے ہیں"

پس اگر مسکین دنیا ان انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے بادشاہ تھے علم کے فرماں روا تھے اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے، تو تم اس کا ہاتھ پکڑ دو، اور اسے آج یورپ کے ان میدانوں کے سامنے لیجا کر کھڑا کر دو۔ یہاں تمدن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھوئیں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضا کے اندر بچھایا گیا ہے اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں، سرخ سرخ خون کی ندیوں اور انسان کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اس کے سنہری ستون عظمت نصب کئے گئے ہیں، پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسانمندی اور شکر گذاری کے لئے ان عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے، جو آج گیہوں اور جو کیلئے روتے ہیں کیونکہ ہوا میں اُڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزاء میں بدل لینے کا علم ان کیلئے کچھ کام نہ آیا۔

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کیلئے چُنے گی؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کرے گی، جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجزیہ کی راہ کھولی جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچا دیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کریگی جس پر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں، ایسے مہلک بم اور شل اور ایسے بے پناہ مرکبات بنا دئے جنکے آگے انسانی جماعتیں بالکل بے بس ہو جاتی ہیں، اور منٹوں کے اندر بڑی بڑی آبادیاں موت کی لعنت سے بھر جاتی ہیں؟ اچھا بھاپ کی طاقت کے موجد کو بلاؤ اسکی بڑائی کیسی عجیب تھی، جس نے بھاپ کی غیر معلوم طاقت کو انسان کے تابع کر دیا؟ لیکن آہ! وہ اُس دُنیا کے لئے کیا کرے جو موت کی نہیں بلکہ زندگی کی

بھونکی ہے اور دیکھ رہی ہے کہ بھاپ کے شیطانوں ہی کے اندر وہ سب سے بڑی بے پناہ خباثت ہے جس نے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کی سب سے بڑی پھنکار ماری ہے اور تمام انسانی علم و دانائی اس کے بچاؤ کے لئے بیکار ہے۔

پھر کیا دنیا تمدن و علم کے اور مغرور بانیوں کی پیدائش پر خوشیاں منائے جنہوں کی اس کی موت اور ہلاکت پر تو سب کچھ کیا، پر اس کے امن و سلامتی اور سعادت و طمانیت کے لئے کچھ نہ کر سکے، ان کے پاس انسانوں کے اُڑنے، سمندروں کے اندر جانے بجلی کو قابو میں کرنے، ہوا کے تموج اور ذرات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے اور خود بخود بجنے والے باجوں اور بڑی تیزی سے چلنے والی سواریوں کے لئے تو بڑا ذخیرہ ہے لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے، خدا کی عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے، امن اور راحت کی بادشاہت کے قائم کرنے، ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے، طاقت اور حکم کے جبر سے ضعف اور ناتوانی کو بچانے اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح بسا دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

تم نے یورپ کے تمدن کی کتوں کی طرح موت کر اور بھیڑوں کی طرح چل کر ہمیشہ پرستش کی ہے اور مذہب کی تعلیمات کی ہنسی اُڑائی ہے کہ وہ آخرت آخرت کہتا ہے مگر یورپ کیطرح دُنیا کے لئے کچھ نہیں بتلاتا، لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کی اس آیۃ کو سمجھ کو جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ اسکی تلاوت آخری زمانے کے فتنہ سے بچائے گی

هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

"تم بتلاؤ کہ سب سے زیادہ ناکام و نامراد کام کرنے والے کون ہیں؟ وہ جنکی تمام محنت بھی صرف دنیا کی

الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًاo اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَائِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًاo (۱۰-۱۵)

زندگی سنوارنے ہی میں کھوئی گئی اور جہل حقیقت نے ان میں یہ گھمنڈ پیدا کر دیا کہ وہ بہت خوبیوں کا کام کر رہے ہیں یہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی نشانیوں اور اسکے رشتے کو نہ سمجھا اور اس سے انکار کیا پس ان کا تمام کیا دھرا برباد ہو گیا اور قیامت کے دن انھیں کوئی وزن نصیب نہ ہوگا۔"

دوسری جگہ ارباب کفر کے اعمال یہ بتلائے۔

یَعْلَمُوْنَ ظَاھِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ غٰفِلُوْنَ (۳۰-۶)

"صرف دنیا کی زندگی کا ایک ظاہری پہلو انھوں نے جان لیا ہے اور وہ آخرت کے ارادوں سے بالکل غافل ہو گئے ہیں"

"آخرۃ" سے مقصود یہ نہیں ہے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کر دئے جائیں بلکہ اسکی عملی تفسیر یورپ کی موجودہ زندگی کو سمجھو جس نے اپنے تئیں صرف دنیا ہی کے لئے وقف کر دیا اور اس کے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اس کے رشتے کے لئے کوئی وقت اور فکر نہ نکال سکی نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے وہ چیز تو حاصل کر لی جس کا نام تمدن رکھا گیا ہے لیکن وہ شے حاصل نہ کر سکی جو انسان کیلئے امن حقیقی کی راہ اور سلام و سعادت فطری کی صراط مستقیم ہے۔

۹

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ ان انسانوں کا حال ہے جنکی بڑائیاں صرف جسم و مادہ تک محدود تھیں لیکن اگر دنیا کے لئے انکی پیدائش کی یادیں کوئی تسکین اور راحت نہیں ہے تو وہ ان تمام صفوں سے باہر آجائیگی اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے دامن میں پناہ لے گی۔ وہ بانیان مذہب کی عظمتوں کا نظارہ کریگی، وہ خدا کے رسولوں اور اس کے پاک پیاموں

کے پیغامبروں کو ڈھونڈیگی!

ہاں! اگر دنیا ایسا کرے تو یہ فی الحقیقت اسکی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگا، اسکے دائمی درد اور بیقراریوں کے لئے سکھ اور راحت کی ایک حیات بخش کروٹ ہوگی اور وہ بلاشبہ منزل مقصود کو پالے گی، قرآن کریم نے بھی اس کے دُکھ کا یہی علاج بتلایا ہے اور جبکہ وہ پادشاہوں، قومی پادشاہوں، کاہنوں اور علم و مذہب کے جھوٹے مدعیوں کے دامن غرور میں لپٹی ہوئی تھی تو اسے وصیت کی کہ وہ سچائی کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کی راہ اختیار کرے، اور انہی کی زندگی کو اپنا نصب العین بنائے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱-۵)

"خدایا تو ہمیں صراط مستقیم پر چلا، وہ صراط مستقیم جو تیرے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالح بندوں کی راہِ عمل ہے۔"

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آگر وہ کونسی زندگی ہے، جس کے اعمال دعوۃ کے اندر دنیا کو پیامِ امن و سعادت مل سکتا ہے؟

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں، وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک طرقی سلسلہ ہے جس کے ماتحت یہودی اور مسیحی قومیں ابتک دنیا میں باقی ہیں۔ دوسرا آرین سلسلہ ہے جس سے گوتم بدھ اور ہندوستان کے تمام داعیانِ مذہب وابستہ ہیں۔

پھر دنیا کے لئے اگر سب سے بڑا رسول یہودی مذہب کی تاریخ میں ہے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور ان کی پیدائش کو سب سے بڑا واقعہ قرار دیگی لیکن اگر اسنے ایسا کرنا چاہا تو اسے یہ سمجھنے کا حق حاصل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعمال حیا

ہیں اپنے لئے پیام امن ڈھونڈے حضرت موسیٰ کی حیات مقدس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مصر کی ایک جابر و ظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی اور اسے غلامی کی ناپاکی سے نکال کر جو انسانیت کیلئے سب سے بڑی ناپاکی ہے حکومت اور امن و عزت کی طہارت تک پہنچا دیا۔

بلاشبہ انھوں نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی نسل کیلئے بڑا ہی مقدس جہاد کیا اور یہ انکا یادگار عالم اسوۂ حسنہ ہے جسکی دنیا کو تقدیس کرنی چاہیے لیکن سوال یہ ہے کہ انھوں نے تمام دنیا کیلئے کیا کیا؟ دنیا صرف بنی اسرائیل ہی کا نام نہیں ہے غیر الٰہی عبودیت کی زنجیریں صرف بنی اسرائیل ہی کے پاؤں میں نہیں تھیں، بلکہ کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں اسکے بوجھ سے زخمی تھے، پس دنیا کیلئے وہی تلوار محبوب ہو سکتی ہے جو صرف فرعون ہی کی ڈالی ہوئی زنجیروں کو نہ کاٹے، بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں کے تخت غرور کو الٹ دے۔

انھوں نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی۔ مگر تمام دنیا غلامی سے نکلنے کی آرزو مند ہے۔

دوسرا سب سے بڑا اسرائیل مذہب مسیحی تحریک ہے لیکن مسیحی دعوت کی تعلیم ہمارے سامنے ہے اسکے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھ کہیں گی، ہم انھیں حضرت مسیح کے نام سے قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح نے کہا کہ میں صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا (متی ۵۔ ۱۷) انھوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے، نیز انھوں نے غیر قوموں میں منادی سے روکا۔ [۱]

[۱] غیر قوموں کیطرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ (متی ۔ ۹ ۔ ۶)

اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا۔ پس دراصل انھوں نے جو کچھ بھی خدمت کرنی چاہی وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی، تمام دنیا کیلئے اسکے پاس کچھ نہ تھا۔

پھر انکا ظہور اسوقت ہوا جبکہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا اور بت پرست قوموں کی جابر و مستبد گورنمنٹیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوئے تھیں لیکن انھوں نے نہ تو اس ظلم و طغیان کے متعلق کچھ کہا اور نہ اس سے کچھ تعرض کیا۔

پہلی صدی مسیحی کے بعد جسقدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں انکو حضرت مسیح کی تعلیم و دعوت سے کچھ تعلق نہ تھا اور وہ سرتاسر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں، پولس نے تمام حواریان مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو دینا شروع کیا اور اس طرح روم و یونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کر لیا۔ پس اگر دنیا حضرت مسیح کیطرف جھکنا چاہیے گی تو دنیا کو انکے کارنامۂ حیات کیلئے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھ آئیگی، جسکے اندر انکے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آسکتے ہیں، اور یہ چند سالہ فضائل و محاسن اخلاق کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں لیکن ان میں دنیا کیلئے کوئی عام پیام نجات نہیں ہے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو۔ نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے، سب سے پہلے دعوت اعلان، ادعا اور نفس تعلیم کا سوال ہے۔ دنیا حضرت مسیح کی یاد کیونکر قائم کرے جبکہ خود انھوں نے دنیا کے لئے کچھ نہ کیا، بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا، مردود

کیا اور اسکے ساتھیوں کو، اسکے دوستوں کو اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی بادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا؟ حتیٰ کہ آخری فتویٰ دیدیا "تم خدا اور دنیا، دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے (متی ۶-۲۵) اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (متی ۱۹-۲۳)

اس سے بھی درگذر کرو اور اسکی بہتر سے بہتر توجیہہ جو کر سکتے ہو کرلو۔ نیز پولس ہی کی دعوت کو حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت تسلیم کرلو اور ان تمام قوموں کو جنہوں نے مسیح کا نام پر بپتسمہ کا پانی اپنے اوپر چھڑکا مسیحی دعوت کا پھل مان لو لیکن پھر بھی مسیحی تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے؟ جبتک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی، جسوقت تک کہ مسیحی مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا اور جبتک کہ مسیحی رہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا تاریخ شاہد ہے کہ اسوقت تک اسکا وجود دنیا کیلئے، دنیا کے علم و تمدن کیلئے آبادی عمران کیلئے، اخلاق و پاکیزگی کیلئے اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی فطری حریت اور شرف انسانیت کیلئے ایک بدترین لعنت رہا جسنے جلایا، ویران کیا، مسمار کیا، قتل کیا جیلخانے بھرے زبانوں پر مہریں لگائیں، انسانی دماغوں کو معطل کیا لیکن انسان اور انسانیت کی راستی و ترقی کیلئے چند لمحوں کا بھی ایک دور پیدا نہ کیا، مشہور مورخ گبنز، سیڈیو، لامارے اور ڈریپر اس بارے میں ہمارے لئے بہترین راوی ہیں۔

لیکن جسوقت سے کہ مسیحیت کی قوت نے شکست کھائی تمدن کا غیر دینی دور شروع ہوا، مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقہ غلامی سے یورپ

آزاد ہو گیا تو اسوقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی۔

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کیلئے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی تو خود اسکے بانی ہی نے ہمیں معیار حق و باطل بھی تسلا دیا ہے کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" (مرقس ۱۹، ۱۶) پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدائش کے اندر اپنی خوشی کو ڈھونڈے تو اسکو انسان کی امن و سلامتی اور فطرۃ کی آزادی و سعادت کی جگہ قتل و غارت اور ہلاکت و غلامی کی یادگار کا جشن منانا پڑے گا۔ کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے۔

پھر کیا دنیا اس کے لئے تیار ہے؟

یہ جو کچھ تھا مسیحی اقوام کی تاریخ قدیم کی بناء پر تھا۔ لیکن اگر اسپر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کر دیا جائے جو اقوام یورپ کے اعمال و تمدن سے وابستہ ہیں تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جاتی ہے۔

اسکے بعد مذاہب عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کیلئے انکے پاس کوئی بھی پیام سعادت نہیں عظیم الشان گوتم بدھ کی تمام تعالیم و وصایا کا ماحصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ "نجات دنیا کیساتھ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی" پس دنیا نے جن لوگوں کو ٹھکرا دیا۔ دنیا انکے پاس جا کر کیا سکھ حاصل کریگی؟ پھر اسنے جو کچھ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اسکی دعوت محدود رہی ہندوستان میں اسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جا کر محدود ہو گئی پس زمین اپنی اس مصیبت کیلئے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے۔ عظیم الشان بدھ سے کیا حاصل کر سکتی ہے؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرہ تعلیمات اور انکی پراثر تعلیمات کی وسعت سے ہم انکار نہیں کر سکتے تاکہ دنیا کیلئے انکے بانیوں کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہو سکتی ہے، جبکہ وہ ہمالیہ کی دیواروں اور بحر عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدایتیں سپرد کیں۔

۱۰

پس دنیا اگر اپنی نجات کیلئے بے چین ہے تو اسکے لئے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے' اسکا دکھ ایک ہی ہے' اس لئے اسکی شفا کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے اسکا پروردگار ایک ہے جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اسکے خشک و تر پر چمکاتا اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اسکے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے، پس اسکی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے اور گو بہت سے ستارے اسکی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہیں۔ مگر ان سب کا مرکز و مبدا نورانیت ایک ہی ہے۔

قرآن کریم نے آفتاب کو "سراج" کہا ہے۔

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ ("اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا۔"

اور اسی طرح اسکے ظہور کو بھی "سراج" کہا۔ جس کی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ ارضی کی ظلمتوں کیلئے پیام صبح تھی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (۳۳-۴۶)

"اے پیغمبر اسلام! ہم نے تمکو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا، سعادت انسانیت کی خوشخبری پھیلانے والا، اللہ کیطرف اسکے بندوں کو بلانیوالا، اور

دنیا کی تاریکیوں کیلئے ایک چراغِ نورانی بنا کر بھیجا ہے۔

پس تمام کرۂ ارضی کی روشنی کیلئے یہی ایک آفتاب ہدایت ہے جس کی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کیلئے نور بشارت پا سکتی ہے اور اسلئے صرف وہی ایک ہے جسکے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی اور اگر اسنے بھلا دیا تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اسی کے آگے جھکنا پڑے گا اور اسی کو اپنا کعبۂ امید بنانا پڑے گا۔

اس مقدس پیدائش نے دنیا میں ظاہر ہو کر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالم انسانیت کو غیر الٰہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصد ظہور ہے' اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی تمام گم شدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا، بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی، اور ان کی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا، اس نے اس خدا کی محبتوں کی طرف دعوت نہیں دی جو صرف سینا کی چوٹیوں اور ہمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے، بلکہ اس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظام ہستی کا پروردگار ہے اور اس کے لئے تمام کائنات عالم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔

ہم کو دنیا میں سکندر ملتا ہے جس نے تمام دنیا کو فتح کرنا چاہا تھا، لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا ہو۔ اس کا صرف ایک ہی اعلان ہے جو آغاز خلقت سے اب تک کیا گیا ہے۔ اس لئے اگر دنیا نسلوں، قوموں، اور رقبوں کا کام نہیں ہے بلکہ مخلوقات الٰہی کی اس پوری نسل کا نام ہے جو کرہ

ارضی کی پیٹھ پر بستی ہے تو وہ مجبور ہے کہ ہر طرف سے مایوسی کی نظریں ہٹا کر صرف اس ایک ہی اعلانِ عام کے آگے جھک جائے اور صرف اسی کی پیدائش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝

"کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اس کی جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں اور ملکوں کیلئے ہی نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کے لئے ڈرانے والا ہو!" (۲۵۔۱۹)

دنیا میں جس قدر داعیانِ حق و صداقت کے اعلانات موجود ہیں، اگر دنیا ان کو بھلا دے گی تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ہوگی کیوں کہ اس سے زیادہ انھوں نے کچھ نہ کہا، لیکن اگر ربیع الاول کو اس نے بھلا دیا تو یہ تمام کرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ہوگا، کیونکہ ربیع الاول کی رحمت کسی ایک سرزمین کے لئے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لئے ہے۔

تاریخِ فرضیتِ حج

اہلِ عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجموعہ تعلیم ہدایت کو بالکل بھلا دیا تھا۔ لیکن انھوں نے خانہ کعبہ کے کنگرے پر چڑھ کر تمام دنیا کو جو دعوتِ عام دی تھی، اس کی صدائے بازگشت اب تک عرب کے در و دیوار سے آرہی ہے:

وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

"اور جب ہم نے حضرت ابراہیم کے لئے ایک معبد قرار دیا اور حکم دیا کہ ہماری قدوسیت و جبروت میں اور کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے ہمیشہ پاک و مقدس رکھنا! ہم نے حکم دیا کہ دنیا میں حج کی پکار بلند کردو! لوگ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے چلے آئیں۔ ان میں پیادہ پا بھی ہوں گے اور وہ بھی جنھوں نے مختلف قسم کی سواریوں پر دور دراز مقامات سے قطعِ مسافت کی ہوگی۔" (القرآن)

بدعات و محدثات و جاہلیت

لیکن سچ کے ساتھ جب جھوٹ مل جاتا ہے تو وہ اور بھی خطرناک ہوجاتا ہے اہل عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت قدیمہ کو اب تک زندہ رکھا تھا، لیکن بدعات و اختراعات کی آمیزش نے اصل حقیقت کو بالکل گم کر دیا تھا۔

(۱) خدا نے اپنے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیام کی اجازت صرف اس شرط پر دی تھی کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا۔ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا۔ لیکن اب خدا کا یہ گھر تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز بن گیا تھا اور انکا طواف کیا جاتا تھا۔

(۲) خدا نے حج کا مقصد یہ قرار دیا تھا کہ دینوی فوائد کے ساتھ خدا کا ذکر قائم کیا جائے۔ لیکن اب صرف آباو اجداد کے کارنامے فخر و غرور کے ترانے گائے جاتے تھے۔

(۳) حج کا ایک مقصد تمام انسانوں میں مساوات قائم کرنا تھا، اسی لئے تمام عرب بلکہ تمام دنیا کو اس کی دعوت عام دی گئی اور سب کو وضع و لباس میں متحد کر دیا گیا۔

لیکن قریش کے غرور فضیلت نے اپنے لئے بعض خاص امتیازات قائم کر لئے تھے جو اصول مساوات کے بالکل منافی تھے۔ مثلاً تمام عرب عرفات کے میدان میں قیام کرتے تھے، لیکن قریش مزدلفہ سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ

متولیان حرم، حرم کے باہر نہیں جا سکتے، جس طرح آج کل کے امراء فساق و والیان ریاست عام مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں آکر بیٹھنے اور دوش بدوش کھڑے ہونے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

(۴) قریش کے سوا عرب کے تمام مرد و زن برہنہ طواف کرتے تھے، ستر عورت کے ساتھ صرف وہی لوگ طواف کر سکتے تھے۔ جن کو قریش کی طرف سے کپڑا ملتا تھا، اور قریش نے اس کو بھی اپنی اظہار سیادت کا ذریعہ بنا لیا تھا۔

(۵) عمرہ گویا حج کا ایک مقدمہ یا جزو تھا، لیکن اہل عرب ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ جب حاجیوں کی سواریوں کی پشت کے زخم اچھے ہو جائیں اور صفر کا مہینہ گذر جائے، تب عمرہ جائز ہو سکتا ہے۔

(۶) حج کے تمام اجزاء و ارکان میں یہود یا نہ رہبانیت کا عالمگیر مرض ساری ہو گیا تھا۔ اپنے گھر سے یا پیادہ حج کرنے کی منت ماننا، جب تک حج ادا نہ ہو، جائے خاموش نہ رہنا، قربانی کے اونٹوں پر کسی حالت میں سوار نہ ہونا۔

ناک میں نکیل ڈال کر جانوروں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا، زمانہ حج میں گھر کے اندر دروازے کی راہ نہ گھسنا بلکہ پچھواڑے کی طرف سے دیوار پھاند کے آنا، در و دیوار پر قربانی کے جانوروں کے خون کا چھاپہ لگانا عرب کا عام شعار ہو گیا تھا۔

ظہورِ اسلام و تزکیۂ حج

اسلام درحقیقت دینِ ابراہیمی کی حقیقت کی تکمیل تھی۔ اس لئے وہ ابتدا ہی سے اس حقیقتِ گمشدہ کی تجدید و احیاء میں مصروف ہو گیا جسکا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا! اسلام کا مجموعۂ عقائد و عبادات صرف توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے مرکب ہے، لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس سے اس تمام مجموعہ کی ہیئت ترکیبی مکمل ہوتی ہے۔ اور یہ تمام ارکان اس کے اندر جمع ہو گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو خانۂ کعبہ کیساتھ متعلق کر دیا:

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (نمل)

"مجھ کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ خدا کی عبادت کروں جس نے اس کو عزت دی سب کچھ اسی خدا کا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا فرمانبردار (مسلم) ہوں۔

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر موقع پر حج کے ساتھ اسلام کا ذکر بطور لازم و ملزوم کے کیا:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ

"اور ہر ایک اُمت کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تھی تاکہ خدا نے ان کو جو چارپائے بخشے ہیں ان کی قربانی کے وقت خدا کا نام لیں پس تم سب کا خدا ایک ہی ہے اسی کے

من بہیمة الانعام تم سب فرمانبردار بنجاؤ اور خدا کے خاکسار بندوں کو رنج کے ذریعہ
فالٰھکم اللہ واحد دین حق کی بشارت دو
فلہ اسلموا وبشر
المخبتین (حج)

اسلام خدا کا ایک فطری معاہدہ تھا جسکو انسان کی ظالمانہ عہد شکنی نے بالکل چاک چاک کر دیا تھا اسلئے خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ناخلف کو روز اول ہی اسکے ثمرات سے محروم کر دیا:-

واذا ابتلیٰ ابراھیم جب خدا نے چند احکام کے ذریعہ ابراہیم کو آزمایا اور وہ خدا کے
ربہ بکلمٰت فاتمھن امتحان میں پورے اترے، تو خدا نے کہا کہ اب میں تمہیں دنیا کی امامت
قال انی جاعلک للناس اور خلافت عطا کرتا ہوں اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
اماما قال ومن ذریتی عرض کیا:- اور میرے اولاد کو بھی؟ ارشاد ہوا کہ ہاں مگر اس محل
قال لا ینال عھدی وقرار میں ظالم لوگ داخل نہیں ہو سکتے۔
الظالمین (بقرہ)

امتِ مسلمہ

خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن کلمات کے ذریعہ آزمایا اور جنکی بنا پر انہیں دنیا کی امامت عطا ہوئی وہ اسلام کے اجزاء اولین یعنی توحید الٰہی قربانی نفس و جذبات صلوٰۃ الٰہی کا قیام اور معرفتہ دین فطری کے امتحانات تھے اگر انکی اولاد میں سے چند ناخلف لوگوں نے ان ارکان کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کیا اور اس موروثی عہدے سے محروم ہو گئے قال لا ینال عھدی الظالمین لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کے اندر ایک

(مقالات ابوالکلام آزاد حصہ دوم)

دوسری امت بھی چھپی ہوئی تھی جس کے لئے خود انہوں نے خدا سے دعا کی تھی۔
ان ابراھیم کان حضرت ابراہیم گو بظاہر ایک فرد واحد تھے مگر انکی فعالیت کو حالیہ و امتہ (۱۶ع۱۴) الٓہیہ کے اندر ایک پوری قوم قانت و مسلم پوشیدہ تھی۔

اجزاء حج

اب اس امت مسلمہ کے ظہور کا وقت آگیا اور وہ رسول مزکی وموعودہ غار حراء کے تاریک گوشوں سے نکل کر منظر عام پر نمودار ہوا تاکہ اس نے خود اس اندھیرے میں جو روشنی دیکھی ہے وہ روشنی تمام دنیا کو بھی دکھلا دے۔
یخرجھم من الظلمت وہ پیغمبر ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔
الی النور لقد جاءکم من بیشک تمہارے پاس اللہ کیطرف سے ایک نور ہدایت اور ایک کھلی اللہ نور و کتاب مبین کھلی ہدایتیں دینے والی کتاب آئی۔

وہ منظر عام پر آیا تو سب سے پہلے اپنے باپ کے موروثی گھر کو ظالموں کے ہاتھ سے واپس لینا چاہا لیکن اسکے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرح بتدریج چار روحانی مراحل سے گزرنا ضرور تھا، چنانچہ اس نے ان مرحلوں سے بتدریج گزرنا شروع کیا اس نے غار حراء سے نکلنے کے ساتھ ہی توحید کا غلغلہ بلند کیا کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو عہد لیا تھا اس کی پہلی شرط یہی تھی "ان لا تشرک بی شیئا" پھر اس نے صف نماز قائم کی کہ یہ گھر صرف خدا ہی کے آگے سر جھکانے کیلئے بنایا گیا تھا۔ وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود اس وزیرے کی تعلیم دی کہ وہ شرائط حج کیلئے موعود مکمل تھا۔

فمن فرض فیھن الحج فلا رفث — جس شخص نے ان مہینوں میں حج کا عزم کر لیا تو اسکو
ولا فسوق ولا جدال فی الحج (بقرہ) ہر قسم کی نفس پرستی، بدکلامی اور جھگڑے بکھیڑے سے اجتناب کرنا لازمی ہے

اور روزہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ انسان کو غیبت، بہتان، فسق و فجور، منازعت اور نفس پرستی سے روکتا ہے جیسا کہ احکام صیام میں فرمایا:-

ثم اتموا الصیام الی اللیل — پھر رات تک روزہ پورا کرو، اور روزہ کی حالت میں
ولا تباشروھن وانتم عاکفون — عورتوں کے نزدیک نہ جاؤ، اور اگر مساجد میں اعتکاف
فی المساجد (بقرہ) — کرو تو شب کو بھی ان سے الگ رہو

اسلام نے زکوٰۃ بھی فرض کر دی کہ وہ بھی حج کا ایک اہم مقصد تھا۔

فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر — قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور فقیروں اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

فتح مکہ

اسطرح جب اس امت مسلمہ کا روحانی خاکہ تیار ہو گیا تو اس نے اپنی طرح ان کو بھی منظر عام پر نمایاں کرنا چاہا۔ اس غرض سے اس نے عمرہ کی تیاری کی اور ۱۴-۱۵ سو کی جمعیت کیساتھ روانہ ہوا کہ یہ پہلے اپنے آبائی گھر کو بت آلود نگاہوں سے دیکھ کر چلے جائیں لیکن یہ کاروان ہدایت راستے ہی میں مقام حدیبیہ روک دیا گیا دوسرے سال حسب شرائط صلح زیارت کعبہ کی اجازت ملی اور آپ مکہ میں تین دن قیام کرکے چلے آئے۔ اب مصالحت نے راستے کے تمام نشیب و فراز ہموار کر دیئے تھے صرف خانہ کعبہ میں پتھروں کا ایک ڈھیر رہ گیا تھا اسے بھی فتح مکہ نے ہموار کر دیا

دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم — آنحضرت فتح مکہ کے دن جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس کے
مکۃ یوم الفتح وحول — گرد تین سو ساٹھ بت نظر آئے۔ آپ ان کو ایک ایک

البیت ستون وثلمائة نصب فجعل یطعنها بعود فی یدہ ویقول جاء الحق و زهق الباطل (صحیحین)

لکڑی کے ذریعہ ٹھکرائے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے جاء الحق وذهق الباطل ان الباطل کان زهوقا" یعنی حق اپنے مرکز پر آگیا اور باطل نے اسکے سامنے ٹھوکر کھائی باطل پامال ہونے ہی کے قابل تھا۔

فرضیت حج

اب میدان بالکل صاف تھا۔ راستے میں ایک کنکری بھی سنگ راہ نہیں ہو سکتی تھی، باپ نے گھر کو جس حال میں چھوڑا تھا بیٹے نے اسی حالت میں اس پر قبضہ کر لیا۔ تمام عرب نے فتح مکہ کو ایمان و کفر کا معیار صداقت قرار دیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اب وقت آگیا تھا کہ دنیا کو اس جلیبہ النشۃ ودلعت مسلمہ کے قالب روحانی کا منظر عام طور پر دکھا دیا جاتا اس لئے دوبارہ اسی دعوۃ عامہ کا اعادہ کیا گیا جسکے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام عالم میں ایک غلغلہ عام ڈالدیا تھا مگر اس قوت کا فعل میں آنا ظہور نبی امی پر موقوف تھا۔

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

جو لوگ مالی اور جسمانی حالت کے لحاظ سے حج کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اب حج فرض کر دیا گیا۔

تکمیل حج

اس صدا پر تمام عرب نے لبیک کہا اور آپکے گرد ۱۳۰-۱۴۰ ہزار آدمی جمع ہو گئے عرب نے ارکان حج میں بدعات و اختراعات کا جو زنگ لگا دیا تھا وہ ایک ایک کر کے چھڑا دیا

گیا۔ آبا و اجداد کے کارناموں کی بجائے خدا کی توحید کا غلغلہ بلند کیا گیا۔

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا (بقرہ) زمانہ حج میں خدا کو اسی جوش و خروش سے یاد کرو جس طرح اپنے آبا و اجداد کے ناموں کا اعادہ کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ، قریش کے تمام امتیازات مٹا دیے گئے، اور تمام عرب کے ساتھ انکو بھی عرفہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا گیا۔

ثم افیضوا من حیث افاض الناس و استغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم (البقرہ) اور جس جگہ سے تمام لوگ روانہ ہوں تم بھی وہیں سے روانہ ہوا کرو اور فخر و غرور کی جگہ خدا سے مغفرت مانگو، کیونکہ خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔

سب سے بدترین رسم برہنہ طواف کرنے کی تھی، اور مردوں سے زیادہ حیاسوز نظارہ برہنہ عورتوں کے طواف کا ہوتا تھا۔ لیکن ایک سال پہلے ہی سے اسکی عام ممانعت کر دی گئی
ان ابا ھریرۃ اخبرہ ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بعثہ فی الحجۃ التی امرہ رسول (صلعم) قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی الناس الا لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان (بخاری جزو ۲ ص ۱۵۳)

حضرت ابو ہریرہ (رضہ) کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک حج کا امیر بنایا اور انہوں نے مجھکو ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک یا کوئی برہنہ شخص حج یا طواف نہ کر سکے گا۔

زمانہ حج میں عمرہ کرنیوالوں کو فاسق و فاجر کہا جاتا تھا لیکن آنحضرت نے حجۃ الوداع میں عمرہ ہی کا احرام باندھا اور صحابہ کو بھی عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ پاپیادہ اور خاموش حج کرنے کی ممانعت کی گئی، قربانی کے جانوروں پر سوار ہونے کا حکم دیا گیا، ناک میں رسی

ڈال کر طواف کرنے سے روکا گیا گھر میں دروازے سے داخل ہونے کا حکم ہوا۔
لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (بقرہ) یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ گھروں میں پچھواڑے سے آؤ نیکی تو صرف اس کی ہے جس نے پرہیزگاری اختیار کی پس گھروں میں دروازے ہی کی راہ سے آؤ اور خدا سے ڈرو اور یقین ہے کہ تم کامیاب ہو گے

قربانی کی حقیقت واضح کی گئی اور بتایا گیا کہ وہ صرف ایثار نفس وندویت جان روح کے اظہار کا ایک ہی طریقہ ہے اس کا گوشت یا خون خدا تک نہیں پہنچتا کہ اس کے چھاپہ سے دیواروں کو رنگین کیا جائے خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج) خدا تک قربانی کے جانوروں کا گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس تک صرف تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے یہ چھلکے اتر گئے تو خالص مغز ہی مغز رہ گیا۔ اب وادی مکہ میں خلوص کے نئے دور قدیم جدید منظر نمایاں ہو گئے، ایک طرف آب زمزم کی شفاف لہر جا لے رہی تھی، دوسری طرف ایک جدید النشاط قوم کا دریائے وحدت موجیں مار رہا تھا

اعلان عام و حجۃ الوداع

لیکن دنیا اب تک اس اجتماع عظیم کی حقیقت سے بے خبر تھی۔ اسلام کی ۲۳ سالہ زندگی کا مد و جزر تمام عرب دیکھ چکا تھا مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسلام کی تاریخی زندگی کن نتائج پر مشتمل تھی، اور مسلمانوں کی جد و جہد، فدویت، ایثار نفس و

روح کا مقصد اعظم کیا تھا؟ اب اس کی توضیح کا وقت آگیا تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر سنگ بنیاد اس دعا کو پڑھکر رکھا تھا

واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد اٰمنا وارزق اھلہ من الثمرات من اٰمن منھم باللّٰہ والیوم الاخر (بقرہ) جب ابراہیم نے کہا کہ خداوند اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اسکے باشندے اگر خدا اور روز قیامت پر ایمان لائیں۔ تو انکو ہر قسم کے ثمرات و نعائم عطا فرمائے۔

جس وقت انہوں نے یہ دعا کی تھی، تمام دنیا فتنہ و فساد کا گہوارہ بن رہی تھی۔ دنیا کا امن و امان اٹھ گیا تھا۔ اطمینان و سکون کی نیند آنکھوں سے اڑگئی تھی، دنیا کی عزت و آبرو معرض خطر میں تھی، جان و مال کا تحفظ ناممکن ہو گیا تھا، کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق پامال کر دیئے گئے تھے۔ عدالت کا گھر ویران، حریت انسانی مفقود اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حد تک پہنچ چکی تھی، کرۂ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو ظلم و کفر کی تاریکی سے ظلمت نہو، اس لیے انہوں نے آباد دنیا کے ناپاک حصوں سے کنارہ کش ہو کر ایک "وادی غیر ذی زرع" میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ایک دار الامن بنایا اور تمام دنیا کو صلح و سلام کی عام دعوت دی۔ اب ان کی صالح اولاد سے یہ دار الامن بھی چھین لیا گیا اس لیے اس کی واپسی کیلئے پورے دس سال تک اس کے فرزند بھی باپ کی طرح میدان میں ڈیرہ ڈالا۔ فتح مکہ نے جب اس کا امان دلجا واپس لا دیا۔ تو وہ اس داخل ہوا کہ باپ کی طرح تمام کو "گمشدہ حق کی" واپسی کی بشارت دے۔ چنانچہ وہ ناقہ پر سوار ہو کر سوار ہو کر نکلا اور تمام دنیا کو مژدہ امن و عدالت سنایا۔

خطبہ حجۃ الوداع

ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم
ھذا۔ الا ان کل شئی من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع و دماء الجاھلیۃ
موضوعۃ و اول دم اضعہ دماءنا دم ابن ربیعۃ و ربا الجاھلیۃ موضوع
و اول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب، اللھم اشھد، اللھم اشھد
اللھم اشھد (ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۶ کتاب الحج) جسطرح تم آج کے دن کی اس
مہینہ کی، اس شہر مقدس میں حرمت کرتے ہو اسی طرح تمہارا خون اور تمہارا مال بھی تم پر
حرام ہے اچھی طرح سن لو کہ جاہلیت کی تمام بری رسموں کو آج میں اپنے دونوں قدموں سے کچل
ڈالتا ہوں، بالخصوص زمانہ جاہلیت کے انتقام اور خون بہا لینے کی رسم تو بالکل مٹا دی
جاتی ہے۔ میں سب سے پہلے اپنے بھائی ابن ربیعہ کے خون کے انتقام سے دست بردار ہوتا ہوں
جاہلیت کی سود خوری کا طریقہ بھی مٹا دیا جاتا ہے اور سب سے پہلے خود میں اپنے چچا عباس
ابن عبد المطلب کے سود کو چھوڑتا ہوں۔ خدایا تو گواہ رہیو! خدایا تو گواہ رہیو! خدایا تو گواہ
رہیو کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا!

تکمیل دین الہی

اب حق پھر پھر کے پھر اپنے اصلی مرکز پر آ گیا، اور آپ نے دنیا کی ہدایت وارشاد کے
لئے جس نقطہ سے پہلا قدم اٹھایا تھا ہیٹے کے روحانی منزل کی وہ آخری منزل تھی اور آج
نقطہ پر پہونچکر اسلام کی تکمیل ہو گئی اسلیئے وہ کہ اس نے تمام دنیا کو مژدہ امن سنایا تھا

آسمانی فرشتہ نے بھی اس کو کامیابی مقصد کی سب سے آخری بشارت دیدی

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو بالکل مکمل کردیا اور تم پر اپنے تمام احسانات پورے کردیئے اور میں نے تمہارے اسلام کو ایک برگزیدہ دین منتخب کیا۔

ورود مقدس یوم الحج

اتیٰ امر اللّٰہ فلا تستعجلوہ

سیریکم ایاتہ فتعرفونھا، وما ربک بغافل عما تعملون۔

گوئید مگو سعدی چندیں سخن عشق

می گویم و بعد از من گویند بدورانہا!

میں نے بہت چاہا کہ اپنے زخموں کو چھپاؤں لیکن نہ چھپا سکا۔ ایک مدت کے سکون اندمال کے بعد آج پھر ایک لمحۂ اضطراب وکاوش میسر آگیا ہے میرے دل کی بے چینیوں نے مجھے بستر انتظار پرتہ وبالا کردیا ہے۔ اور میرے زخمہائے کہنہ کے ٹانکے بے اختیار کھل گئے۔ اب انکی خونابہ فشانی نہیں رک سکتی بل تکتب ذالیواع یقطرھا، والقلب بکار یتمزق اسی واسفا، ھما اصا الاسلام والمسلمین، عن الذل المحیت

والعار المشین، والازدراء الہائل والاحتقار الفاضح، والتقطیع والقتل المریع، تحاشنا للمسلمین ان یکونوا من القوم الکافرین۔

آوارہ گشتہ ام زگرامشب نظارہ را
پیوند کردہ ام جگرِ پارا پارا را

آج میں پھر اپنی وہی متاعِ کہنہ لیکر بازارِ مقصود میں نکلا ہوں جو ہمیشہ سے میرے کاروبارِ آہ و نالہ کا راس المال رہی ہے۔ اور جس کے سوا میرے جیبِ آستینِ حسرت میں اور کچھ نہیں ہے۔ میرے پاس ایک زخمی دل کے چند ٹکڑے ہیں، جن سے خونِ تمنا کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں خریداروں کا متلاشی ہوں۔ کوئی ہے جو ان پارہ ہائے خونیں کا طلبگار ہو؟

رونقِ بازارِ ما امروز عریانی بس است
دامنِ تر میفروشم دیدۂ تر می خرم

میں اپنے جیبِ زیاں کی یہ کل پونجی دیکر ایک سودا چکانا چاہتا ہوں مجھے چند آنکھیں چاہئیں جو ماتمِ یوسف میں یعقوب وار رونا جانتی ہوں کیونکہ سچے آنسوؤں سے بڑھکر عالمِ انسانیت میں کوئی شے طاقتور نہیں ہے۔ وا اسفیٰ علیٰ یوسف!

خشک سالیست دریں عہد وفا اے اشک
زاں دیار کہ تومی آئی، باراں چوں ست؟

یہی قیمتِ زخم، یہی راس المالِ جراحت، یہی دستمایۂ کار، یہی چشمِ خونبار، اور یہی زبانِ فغاں سنج ہے، جسے اپنے ساتھ لیکر میں نے ہمیشہ خریداروں کو پکارا اور یہی متاعِ دل اور جنسِ اشک و خونفشانی ہے جس کو ہمیشہ میں نے ڈھونڈھا۔ میں ہمیشہ رُلاتا رہا اور میں نے ہمیشہ لوگوں کو رُلایا۔ میں ہمیشہ ماتم کرتا رہا اور ہزارہا ہاتھوں نے میری سینہ کوبی میں شرکت کی ہے، آج پھر اشک و فغاں کے لیے پیامِ درد لیکر اٹھا ہوں۔

ان سب پر سلام جن کی آنکھیں خونبار، دل درنیم، جگر سوختہ، اور زبانیں عاجز ہیں۔ کیونکہ اشک افشانیوں آخری وقت، اضطراب قلوب و ارواح کی انتہائی فرصت، اور دعا ہائے اشک آلود و فریاد ہائے مجروح و مضطر کی ہر طرف پکار ہے۔!

دمے ز صدق برآور کہ آرزو بخشاں ہزار گنجِ اجابت بیک دعا بخشند

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض؟ الٰہ مع اللّٰہ! قلیلا ما تذکرون (۲۷-۶۲) اور خدا کے سوا کون ہے کہ ایک مضطر روح کی پکار کو سنے، اس کے دکھ کو دور کرے، اور اپنے آگے جھکنے والوں کو اپنی خلافت بخشے؟ افسوس کہ بہت کم ہیں جو عبرت و بصیرت رکھتے ہیں۔

وہ جو خشک سالی میں پانی کیلئے روئے، کیا اب بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی چمک میں امید کے آخری آنسو نہ بہائیں گے؟ وہ جنہوں نے ناامیدیوں میں اپنے مقصود کو پکارا، کیا اب امید و بیم کی آخری دیوار حائل تک پہونچکر خاموش ہو جائیں گے؟ کیا موسم خزاں کے ماتم زدگان حسرت کیلئے یہ جائز ہے کہ بہار کی عین آمد پر اپنے لالہ و گل کو حسرت سے نہ دیکھیں؟ دہقان کا کام موسم کے ظہور کے بعد اور زیادہ بڑھ جاتا ہے، اور منزل جسقدر نزدیک آتی جائے، رہروانِ مقصود کے آتشِ شوق کو اور زیادہ تیز ہو جانا چاہیئے۔ پہلے اگر حسرت و آرزو میں روئے ہو تو اب امید میں اور زیادہ چیخ چیخ کر روؤ!

بایں گہ کعبہ نمایاں شود ز پا منشیں کہ ہر قدم گامِ جدائی ہزار فرسنگ ست

آسمان کے دروازے بند تھے اور تم انکی طرف دیکھ دیکھ کر پکارتے تھے، لیکن آج کھل گئے ہیں اور تمہاری دعاؤں کے انتظار میں ملائکہ مدبرہ اور ملکوت السماوات نے اپنے اجنحۂ نورانیہ کو کھول دیا ہے جبکہ جواب نہیں ملتا تھا تو تم پکارتے تھے، آج خود دستِ

اجابت آلودۂ استقبال ہے۔ پھر زبان سائل کو کیا ہو گیا ہے کہ خاموش ہے؟ اِنَّ رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین!

بطاعت کوش گر عشقِ بلا انگیز می خواہی!
متاعِ جمع کن، شاید کہ غارت گر شود پیدا!

موسم بدل رہا ہے، اور اضطراب و شورش کی جن خونیں بدلیوں سے فضا چھپ گئی ہے وہ بالکل ویسی ہی ہیں جیسے ہر عصر انقلاب ارضی و تجدد مواسم اقوام و ملل میں ظاہر ہوئی ہیں کچھ عجب نہیں کہ ایام الٰہیہ کا ایک یوم عظیم ختم ہو اور دوسرے دن کا آفتاب طلوع ہو۔ یہ رات کی آخری گھڑیاں ہیں جو برق کی سی تیزی اور بادل کی سی ہیبت سے بس گزر جائیں گی، اور لہو اور دھوئیں کی بدلیوں کے اندر سے دنیا کی حیات جدیدہ کا ظہور ہو گا۔ پس صبح کی بخشش میں حصہ لینے والوں کو چاہیئے کہ اپنے دماغوں کا نہیں بلکہ آنکھوں کا حساب کریں اور شیطان غفلت سے ہوشیار ہو جائیں کیوں کہ رات بھر جاگنا آسان ہے، مگر صبح صادق کی گھڑیوں میں اونگھنے سے بچنا مشکل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ رات بھر اختر شماری کرنے کے بعد عین صبح کے سو جاؤ۔ اور جس روشنی کو دیکھنا چاہتے تھے اس کی کرنیں تمہارے خوابیدہ سروں پر سلام کریں۔ سچ یہ ہے کہ نہ تم اٹھے، اور نہ تم نے بیداری کے لئے کوئی کروٹ لی لیکن جب کہ دہقان آب پاشی سے غافل تو آسمان نے خود ہی مینہ برسا دیا۔ اور جب کہ انسانی ہمتیں تھک گئی تھیں تو کارخانۂ الٰہی خود ہی متحرک ہو گیا۔ پس وقت کو اس کا حق دینے میں تساہل نہ کرو کیونکہ وہ صرف اتنے ہی کا طالب ہے، اور جس قدر بھی جلد ہو سکے اپنی اصلاح و درستگی کا سامان کر لو:- افلا یتوبون الی اللّٰہ و یستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم!

یوم الحج کا وِردِ مقدس

آج ذوالحجہ کی پہلی تاریخ ہے اور ایک ہفتہ کے بعد تاریخ عالم کا عظیم الشان روز طلوع ہونے والا ہے جس کے آفتاب کے نیچے کرۂ ارضی کے ہر گوشے کے لاکھوں انسان اپنے خداوند کو پکارنے کے لئے جمع ہونگے اور ریگستان عرب کی ایک بے برگ و گیاہ وادی کے اندر خدا پرستی و عشق الہٰی کا سب سے بڑا گھرانا آباد ہو گا۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (۲۲-ع ۵) وہ لوگ کہ اگر اللہ انہیں زمین میں قائم کر دے تو ان کا کام صرف یہ ہوگا کہ صلوٰۃ الٰہی کو قائم کریں، زکوٰۃ ادا کرائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں۔

یہ پہلا گھر تھا جو خدا کی پرستش کیلئے بنایا گیا اور آج بھی دنیا کے تمام بحر و بر میں صرف وہی ایک مقدس گوشہ ہے جو اولیاء الشیطان و اصحاب النار کی لعنت سے پاک ہے، اور صرف خدا کے دوستوں اور اس کی محبت میں دکھ اٹھانے والوں کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔

سمندروں کو عبور کر کے، پہاڑوں کو طے کر کے، کئی کئی مہینوں کی مسافت چل کر دنیا کی مختلف نسلوں، مختلف رنگتوں، مختلف بولیاں بولنے والے، مختلف گوشوں کے باشندے یہاں جمع ہو گئے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ سیلانی یا ٹیوٹانیک نسل کی باہمی عداوتوں سے دنیا کی لئے لعنت بنیں۔ اس لئے نہیں کہ ایک انسانی نسل دوسری نسل کو بھیڑوں کی طرح پھاڑے اور اژدھوں کی طرح ڈسے۔ اس لئے نہیں کہ خدا کی زمین کو اپنی ابلیسی غرور اور شیطانی سیادت کی نمائش گاہ بنائیں، اسلئے نہیں کہ تیس تیس من کے گولے پھینکیں اور سمندر کے اندر ایسے

جہنمی آلات رکھیں جو منٹوں اور لمحوں میں ہزاروں انسانوں کو نابود کر دیں، بلکہ تمام انسانی غرضوں کو مادی خواہشوں سے خالی ہو کر اور ہر طرح کے نفسانی ولولوں سے اور بھی شرارتوں کی زندگی سے ماورا الوری جا کر، صرف اس خدائے قدوس کو پیار کر سکنے کیلئے، اسکی راہ میں دکھ اٹھانے اور مصیبت سہنے کیلئے، اور اسکی محبت و رافت کو پکارنے اور بلانے کیلئے جس نے اپنے ایک قدوس دوست کی دعاؤں کو سنا اور قبول کیا، جبکہ نیکی کا گھرانا آباد کرنے کیلئے اور امن و سلامتی اور حق و عدالت کی بستی بسانے کیلئے اس نے اپنے خدا کو پکارا تھا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون (۴-۱۴۱) اے پروردگار! میں نے تیرے محترم گھر کے پاس ایک ایسے بیابان میں جو بالکل بے برگ و گیاہ ہے اپنی نسل لا کر بسائی ہے تاکہ یہ لوگ تیری عبادت کو قائم کریں پس تو ایسا کر کہ انسانوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے اور انکے رزق کا بہترین سامان کر دے!

آہ! ذرا تم ان عجیب و غریب حالتوں کا تصور کرو! یہ کون لوگ ہیں اور کس پاک بستی کے بسنے والے ہیں؟ کیا یہ اسی زمین کے فرزند ہیں جو خون اور آگ کی لعنتوں سے بھر گئی، اور صرف بربادیوں اور ہلاکتوں ہی کیلئے زندہ رہی؟ کیا یہ اسی آبادی سے نکل کے آئے ہیں جو ہیبت و خونخواری میں درندوں کے بھٹے اور سانپوں کے غاروں سے بھی بدتر ہے اور جہاں ایک انسان دوسرے انسان کو اسطرح چیرتا پھاڑتا ہے کہ آج تک نہ تو سانپوں نے کبھی اس طرح ڈسا اور نہ جنگلی سوروں نے کبھی اسطرح دانت مارے ہے؟ کیا یہ اسی نسل اور گھرانے کے لوگ ہیں جس نے خدا کے رشتوں کو یکسر کاٹ ڈالا اور اسطرح اس کی طرف سے منہ موڑ لیا کہ اس کی بستیوں اور آبادیوں میں خدا کے نام کیلئے ایک آواز اور

ایک سانس بھی باقی نہ رہی؟ آہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کیوں ہیں اور کہاں سے آئیں ہیں؟
یہ فردوسیوں کی سی معصومیت، فرشتوں کی سی نورانیت، اور سچے انسانوں کی سی محبت ان
میں کہاں سے آ گئی ہے؟ تمام دنیا نسلی تعصبات کے شعلوں میں جل رہی ہے، مگر دیکھو یہ دنیا
کی تمام نسلیں کس طرح بھائیوں اور عزیزوں کی طرح ایک مقام پر جمع ہیں اور سب ایک
ہی حالت، ایک ہی وضع، ایک ہی لباس، ایک ہی قطع، ایک ہی مقصد اور ایک صدا کے
ساتھ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں؟ سب خدا کو پکار رہے ہیں، سب خدا ہی کے لئے حیران
اور سرگشتہ ہیں، سب کی عاجزیاں اور درماندگیاں خدا ہی کے لئے ابھر آئی ہیں، سب
کے اندر ایک ہی لگن اور ایک ہی ولولہ ہے، سب کے سامنے محبتوں اور چاہتوں کے لئے اور
پرستشوں اور بندگیوں کے لئے ایک ہی محبوب و مطلوب ہے اور جبکہ تمام دنیا کا محور عمل نفس
و ابلیس ہے، تو یہ سب خدا کے عشق و محبت میں خانہ ویران ہو کر اور جنگلوں و درّوں یا وادی
کو قطع کر کے دیوانوں اور مجذوبوں کی طرح یہاں اکٹھے ہوئے ہیں! انھوں نے نہ
صرف دنیا کے مختلف گوشوں کو چھوڑا بلکہ دنیائی خواہشوں اور ولولوں سے بھی کنارہ کش
ہو گئے۔ اب یہ ایک بالکل نئی دنیا ہے جس میں صرف عشق الٰہی کے زخمیوں اور سوختہ
دلوں کی بستی آباد ہوتی ہے۔ یہاں نہ نفس کا گزر ہے جو غرور بہیمی کا مبدا، اور نہ انسانی شرارتوں
کو بار مل سکتا ہے جو خونریزی اور ظلم و جفا کی ہیں کہ کرۂ ارض کی سب سے بڑی درندگی ہے
یہاں صرف آنسو ہیں جو عشق کی آنکھوں سے بہتے ہیں، صرف آہیں ہیں جو محبت کے
شعلوں سے دھوئیں کی طرح اٹھتی ہیں، صرف دل سے نکلی ہوئی صدائیں ہیں جو پاک عبادتوں اور
مقدس نداؤں کی صورت میں زبانوں سے بلند ہو رہی ہیں۔ اور ہزاروں سال پیشتر کے عہد الٰہی
اقرار و نیاز عبد و معبودی کو تازہ کر رہی ہیں:۔ لبیک لبیک۔ اللھم لبیک

لا شریک لک لبیک!!

سر روحانیا داری ولے خود را ندید ستی
بخواب خود در آنا قبلہ روحانیا بینی

یہ وہ مجموعہ ہے جس کی بنیاد دعاؤں نے ڈالی ہے جس نے دعاؤں سے نشو و نما پائی، جو صرف دعاؤں ہی کیلئے قائم کیا گیا جس کی ترکیب بھی اول سے لیکر آخر تک دعاؤں ہی کے مناسک ہوتی، اور جو دعاؤں ہی کی لازوال طاقت سے قائم ہے سب سے پہلی دعا وہ تھی جو اس گھر کی بنیاد رکھتے ہوئے خدا کے دو قدوس دوستوں کی زبانوں پر جاری ہوئی:-

ربنا وجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم (۲-۱۵)

اے پروردگار! ہمیں اپنا اطاعت شعار بنا اور ہماری نسل سے ایک امت پیدا کر جو تیری مومن و مسلم ہو اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتلا دے اور ہماری توبہ قبول کر لے تو تو بہت ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے اور پھر اے پروردگار! ہماری نسل میں، ایک پیارا رسول مبعوث کر جو انکے آگے تیری آیتیں پڑھکر سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انکے اخلاق کا تزکیہ کر دے۔

سو بیابان حجاز کے قدوس لم یزل نے یہ دعا قبول کر لی اور اپنی اس امت مسلمہ کو پیدا کیا جو فی الحقیقت وجود ابراہیمی کے اندر پنہاں تھی:-

ان ابراھیم کان امۃ قانتا (۱۶-۱۲۰) بیشک حضرت ابراہیم خلیل اپنے وجود واحد

کے اندر ایک پوری قوم اور خداپرست امت تھے
یہ گھرانا درحقیقت دنیا کی امامت اور ارض الٰہی کی وراثت کے لئے آباد کیا گیا
تھا، اور اس کا عہد و میثاق روزِ اول ہی بندھ گیا تھا۔

پس اس مقدس دعا کی قبولیت نے "امت مسلمہ" کو بھی قائم کیا اور دنیا کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت کے لئے سلسلہ ابراہیمی کے آخری رسول کو بھی مبعوث کیا نیز جو امامت و پیشوائی اور خلافت فی الارض حضرت ابراہیم خلیل (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دی گئی تھی، اس کی وارث ان کی ذریت و نسل ٹھہرائی گئی۔ البتہ بموجب اپنے عہد کے "ظالموں" کو اس سے محروم کر دیا گیا۔ اس نسل کے جو لوگ اپنے نفس و روح کے لئے ظالم ہوئے اور خدا کے مقدس نوشتوں کی اطاعت سے سرکشی کی، ان سے وہ امامت موعودہ بھی چھین لی گئی اور خلافت موعودہ سے بھی محروم کر دئے گئے۔ کہ لاینال عہدی الظالمین

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات (۱۹-۱۴۶) پھر ان کے بعد وہ لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے صلوٰۃ الٰہی کو ترک کر دیا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے بندے ہو گئے

یہ دعاؤں کا وعدہ تھا جس کا ظہور ہماری اقبال و کامرانی کی تاریخ ہے اور اسی طرح یہ دعاؤں کی ایک وعید بھی تھی جس کی سزا آئی اور محرومیاں ہماری برگشتگی اور ماندگیوں کا ماتم ہے! وہ ہم ہی تھے جو "انی جاعلک للناس اماما" کے وارث ٹھہرائے گئے تھے، اور ہم ہی ہیں جو آج "لاینال عہدی الظالمین" کی تصویر نامرادی ہیں؟

ذالک بما قدمت ایدیھم و ان اللہ لیس بظلام للعبید

یہ سب کچھ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو خود انہوں نے اختیار کئے ورنہ خدائے کریم تو اپنے بندوں کیلئے کبھی بھی ظالم نہیں ہو سکتا۔

پس وطنوں کا یہ اجتماع لاہوتی، امت مسلمہ کا یہ مجمع مبارک اور روحانیت مقدسہ ابراہیمیہ کا یہ مظہر عظیم و جلیل، قریب ہے کہ اسی بیابان حجاز میں ظہور کرے جہاں خدائے ابراہیم و محمد (علیہما السلام) نے امامت و خلافت الٰہی کے لئے اولین دعا کو سنا، اور پھر ہمیشہ دعاؤں کو سننے اور اپنی پکاروں اور نداؤں کے بلند ہونے کے لئے اسے برگزیدہ کر دیا جس وقت یہ پرچہ تمہارے ہاتھوں تک پہنچے گا اس وقت ذوالحجہ کی تیسری تاریخ ہوگی اور بادیہ نوردان عشق آباد حجاز کے قافلہ کوچ کے لئے تیار ہوں گے اس وقت کا تصور کرو کہ وہ کیسا وقت عظیم ہوگا۔ جب کہ لاکھوں انسانوں کے اندر سے اسوۂ ابراہیمی کی روحانیت عظمیٰ اپنے خداوند کو بیقرارانہ پکارے گی، اور اس کے مقدس عہد و میثاق کا رشتہ تازہ ہوگا۔ لاکھوں سر ہوں گے جو بیقرارانہ خداوند کے حضور جھکائے جائیں گے۔ لاکھوں پیشانیاں ہوں گی۔ جو اس کی چوکھٹ پر گرائی جائیں گی۔ لاکھوں دل ہوں گے جو اس کے نظارۂ جمال کے عشق میں ڈوب جائیں گے اور لاکھوں زبانیں ہوں گی جن سے اس کے حضور میں دعائیں نکلیں گی۔ پھر اس وقت ایسا ہوگا کہ دریائے محبت الٰہی جوش میں آئے گا۔ ملائکہ مقربین اس کے خلوت وصال کو اس کے دوستوں کے لئے خالی کر دیں گے اور وہ اپنے جمال عالم آرا کے جلوے سے اس تمام محشر عشق طلب کو ڈھانپ لیگا!

سوچا ہیے کہ اس وقت عظیم و جلیل اور ایام الالٰہیہ مخصوصہ کے حصوں کو غنیمت سمجھو اور تم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو، لیکن اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے کوشش کرو کہ تمہاری دعائیں بھی ان دعاؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور تمہاری بیتابیاں اور بیقراریاں بھی ٹھیک اسی وقت خدا کے حضور رحمت طلب ہوں کہ یہ وقت پھر میسر نہ آئیگا۔ دنیا انقلاب و تجدد کے ایک عجیب عہد سے گذر رہی ہے اور نئے موسم کی علامتوں

نے ہر طرف طوفان اور بجلیوں کی ایک قیامت کبریٰ بپا کر دی ہے۔ ممکن ہے کہ روز ہجر ختم ہونے والا اور عہد وصال کی ایک نئی رات شروع ہونے والی ہو۔ پس ضرور ہے کہ دن بھر جن لوگوں نے غفلت کی ہے وہ اب عین شام کے وقت غفلت نہ کریں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شام آگئی ہے، اور چراغوں کا انتظام کرنا چاہیئے۔

ہاں، مومن کو چاہیئے کہ وہ یکسر دعاؤں میں ڈوب جائے، اور ان مقدس ایام کے اندر صدق دل سے توبہ کرلے اور اپنے خداوند سے اپنا معاملہ درست کرلے۔ یہ بڑا ہی سخت وقت ہے جس کی نوشتۂ الٰہی میں خبر دی گئی تھی۔ وہ وقت موعود اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ آگیا ہے اور زمین اپنے گناہوں کی پاداش میں الٹ دی گئی ہے پس توبہ کرو اور اس کے سامنے اپنی سرکشیوں کا سر مجرموں کی طرح ڈالدو، اور تڑپ تڑپ کے وہ سب کچھ مانگو جس کو تمہارا دل چاہتا ہے۔ مگر تمہارے اعمال اس کے سزوار نہیں ہیں تم اس کے حضور حج کے دن اور عید کی صبح کو جب کہ خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھی تھی۔ مسکینوں اور لاچاروں کی طرح گر جاؤ، اپنی سرکشیوں اور نفس پرستیوں کے گوسالہ کو ذبح کردو (فاقتلوا انفسکم یا تخاذکم العجل) اور گڑگڑا کر دعا مانگو کہ خداوندا! زمین کی سب سے بڑی مصیبت، انسانی معصیت کے سب سے بڑے عذاب، اور انقلاب اقوام و ملل کے سب سے زیادہ مہیب موسم کے وقت ابراہیم و اسماعیل کی ذریۃ کو نہ بھلائیو اور ان کے گناہوں کو معاف کردیجیو!

علی الخصوص عید کے دن جب اس کے حضور کھڑے ہو تو اپنے گناہوں سے توبہ کرو ہم میں سے ایک روح بھی ایسی نہ ہو جو تڑپتی نہ ہو ایک آنکھ بھی ایسی نہ ہو جس سے آنسوؤں کے چشمے نہ بہہ رہے ہوں۔ یاد رکھو کہ دل کی آہوں اور آنکھوں کے آنسوؤں سے بڑھ کر اس کی درگاہ

ہیں کوئی شفیع نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح بھی ہو سکے اپنے خداوند کو راضی کر دو اور اسے منالو کیونکہ تم نے اپنی بداعمالیوں سے اسے غصہ دلایا اور اس کے پاک حکموں کی پرواہ نہ کی، اور تم یوں پکارو کہ اے ابراہیم اور اسماعیل کے خداوند اور اے رسول امّی کے پروردگار! ہم نے تیرے عہد کی پرواہ نہ کی اور اپنی بداعمالیوں سے تیری مقدس زمین کو ملوث اور گھنونا کر دیا لیکن اب ہم اپنی سزاؤں کو پہنچ چکے اور ہم نے بڑا سے بڑا دکھ اٹھا لیا۔ ہم مثل یتیم لڑکوں کے ہو گئے ہیں جن کے والدین کو ان سے جدا کر دیا گیا ہو۔ کیونکہ ہمارا خدا ہم سے راضی نہ رہا اور ہم غمگینی اور رسوائی کے لئے چھوڑ دیئے گئے۔ پر اے حیّ و قیوم! اب ہم پر رحم کر ہمارے قصوروں کو معاف کر اور ہم سے منہ نہ موڑ۔ گو ہماری خطائیں بے شمار ہیں لیکن ہم سب تیرے ہی نام سے کہلاتے ہیں اور تیری راہ میں دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں ؎

اگر نہ بہر من، از بہر خود عزیزم دار
کہ بندہ خوبی او خوبی خداوند ست

اے ستار و تواب و رحیم! کیا ہمارا غم دائمی ہے، کیا ہماری خزاں کے لئے کبھی بہار نہیں اور کیا ہمارے زخم کے لئے کوئی مرہم نہ ہوگا؟ اے نسل ابراہیمی کے امیدگاہ! تو ہمیشہ کے لئے ہمیں نہ بھول اور ہمیں اپنی طرف لوٹا لے۔ ہم تجھ سے ہمیشہ بھاگے ہیں مگر اب ہم تیری طرف لوٹ آئیں گے کیونکہ ہمیں کہیں پناہ نہ ملی۔ تو ہمیں نیکی اور صداقت کے لئے چن لے اور اپنی ہدایت و عدالت کی تبلیغ کا بوجھ پھر ہماری گردنوں پر ڈال! دنیا آج انتہائی ترقی کے بعد بھی امن و عدالت کیلئے ویسی ہی تشنہ ہے جیسی ظہور صداقت کبریٰ کے اولین عہد جہالت میں تھی۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین (۷-۲۹)

اللھم مالک الملک تونی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیٔ قدیر (۳-۲۶) ربنا علیک توکلنا و الیک انبنا و الیک المصیر! ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین (۲-۲۵۲) ربنا انک آتیت فرعون و ملاہٗ زینۃ و اموالاً فی الحیات الدنیا، ربنا لیضلوا عن سبیلک، ربنا اطمس علی اموالھم و اشدد علی قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم (۱۰-۸۹) رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (۷۱-۲۶) ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب (۳-ع۱)

عشرۂ محرم الحرام

شمع ما بردہ ام از صدق بخاک شہدا
تا دل و دیدۂ خونابہ فشانم دادند

آیئے سب سے پہلے آج ایک بھولی ہوئی صحبت ماتم کو پھر تازہ کریں۔ کتنے دن گذر گئے کہ راہ و رسم ماتم و شیون سے نا آشنا ہیں۔ نہ صدائے ماتم کی فغاں سنجی ہے اور نہ چشم خونبار کی اشک افشانی۔ کار و بار غم کی رونق افسردہ ہو چلی ہے

اور دور یا زار درد کی چہل پہل مدت سے موقوف ہے۔

نہ داغ تازہ می خارد، نہ زخم کہنہ می کارد
بدہ یارب دلے کیں صورت بیجاں نمی خواہم

طرابلس کے خوں آلود ریگستانوں کو اگر لوگوں نے بھلا دیا، مشہد مقدس اور تبریز کا قصۂ الم اور دہنوں سے محو ہو گیا، مقدونیا اور البانیا کے تازہ ترین افسانہ ہائے خونیں اگر فکروں سے فراموش ہو گئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ارباب درد و غم کیلئے ایک ایسی داستان الم صدیوں سے موجود ہے جو کبھی بھلائی نہیں جا سکتی اور اگر لوگ اسے بھلا بھی دیں تو بھی ہر سال چند ایسے ماتم آلود واقعات تازگی زخم کہن کیلئے آموجود ہوتے ہیں جو از سر نو ایک ہزار ڈھائی سو برس پیشتر کے ایک حادثۂ عظیمہ کی یاد پھر سے تازہ کر دیتے ہیں۔ اب کچھ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ اشاعت عشرۂ محرم الحرام کے دن واقع ہو رہی ہے۔ پس میرا اشارہ حادثہ ہائے کبریٰ یعنی شہادت حضرت سید الشہداء علیہ وعلیٰ اجدادہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے عظم اللہ اجورنا بمصائبنا!

وقت است کہ در پیچ و خم نوحہ سرائی	سوز و نفس نوحہ گر از تلخ نوائی
وقت است کہ آں پردگیاں کز رہ تعظیم	بر درگہ شاہ کردہ فلک ناصیہ سائی
از خیمہ آتش زدہ عریاں بدر آیند	چوں شعلہ دخاں بر سر شاں کردہ ردائی
جانہا ہمہ فرسودۂ تشویش اسیری	دلہا ہمہ خوں گشتہ اندوہ رہائی
تنہا است حسین ابن علی در صف اعدا	اکبر تو کجا رفتی و عباس کجائی

سچ یہ ہے کہ جن مردہ دلوں کو زندگی کے لئے سوز و تپش کی ضرورت ہو جن ارباب درد کو روح کی راحت کے لئے جسم کے ماتم کی تلاش ہو جن کی زبانیں آہ و فغاں کو محبوب

اور جن کی آنکھیں خوننابہ فشانی کو اپنا مطلوب و مقصود سمجھتی ہوں، انکی صحبت ماتم و الم کی رونق کے لئے یہی افسانہ اتنا کچھ سامان غم اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر خون کے بڑے بڑے سیلاب سمندروں کی روانی سے بہہ جائیں، جب بھی انکی ندائے حال اس الم سرائی سے قاصر رہے گی۔ جو اس کے ایک ایک لفظ کے اندر سے توصیہ فرمائے عبرت و بصیرات ہے۔

لیکن آہ! کتنے دل ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو اس کے حقیقی بصائر و معارف کے اندر دیکھا ہے؟ اور کتنی آنکھیں ہیں جو حسین ابن علی شہید پر گریہ و بکا کرتے ہوئے اس اسوۂ حسنہ کو بھی سامنے رکھتے ہیں جو اس حادثہ عظمیٰ کے اندر موجود ہے۔

فی الحقیقت حق و صداقت، آزادی و حریت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی۔ جو صرف اس لئے ہوئی تاکہ پیروان اسلام کیلئے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرے اور اس طرح جہاد حق و عدالت اور اس کے ثبات و استقامت کی ہمیشہ کے لئے ایک کامل ترین مثال قائم کر دے پس جو بے خبر ہیں ان کو رونا چاہیئے ان لہ تبکوا فتبا کوا! اور جو روتے ہیں ان کو صرف روتے ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے۔ ان کے سامنے سید الشہداء نے اپنی قربانی کا ایک اسوہ حسنہ پیش کر دیا ہے، اور کسی روح کے لئے ہرگز جائز نہیں محبت حسین کی مدعی ہو جب تک کہ اسوۂ حسینی کی متابعت کا اپنے اعمال کے اندر سے ثبوت نہ دے۔

ضرورت تھی کہ ایک مبسوط مقالہ افتتاحیہ "اسوۂ حضرت سید الشہداء" کے عنوان سے کئی نمبروں میں لکھا جاتا اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس حادثہ ہائلہ شہادت پر نظر ڈالی جاتی۔ سب سے پہلے اس کی تاریخی حیثیت نمایاں کی جاتی ہے اس کے

بعد ان تمام مواعظ و نتائج عظیمہ کو ایک ایک کرکے بیان کیا جاتا جو اس ذبح عظیم کے اندر پوشیدہ ہیں جن کے نشان حیات آج بھی اسی طرح صدائیں دے رہی ہے جس طرح کنار فرات کی ریتلی سرزمین پر اب سے تیرہ سو برس پہلے زخم و خون کے اندر سے وعظ فرمائے حقیقت تھی!

دنیا میں ہر چیز مرجاتی ہے کہ فانی ہے، مگر خون شہادت کے ان قطروں کیلئے جو اپنے اندر حیات الٰہیہ کی روح رکھتے ہیں کبھی فنا نہیں:۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

لیکن افسوس کہ شرح و بسط کے لئے اس وقت گنجائش نہیں۔ صرف چند مجمل اشارات پر اکتفا کروں گا۔

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

سب سے پہلا نمونہ جو یہ حادثۂ عظیمہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، دعوۃ حق اور حق و حریت کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنا ہے۔

بنی امیہؓ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ کوئی حکومت جس کی بنیاد جبر و شخصیت پر ہو کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی، انہوں نے اسلام کی روح حریت و جمہوریت کو غارت کیا۔ اور مشورہ و اجماع امت کی جگہ محض غلبۂ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظام حکومت شریعت الٰہیہ نہ تھا بلکہ محض اغراض نفسانیہ و مقاصد سیاسیہ، ایسی حالت میں ضرور تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا۔

حضرت سید الشہداء نے اپنی قربانی کی مثال قائم کرکے نظام بنی امیہ کے خلاف

جہاد حق کی بنیاد رکھی اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت و وفاداری سے انکار کر دیا۔

پس یہ نمونہ تعلیم کرتا ہے کہ ہر ظالمانہ و جابرانہ حکومت کا اعلانیہ مقابلہ کرو اور کسی ایسی حکومت سے اطاعت و وفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشی ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارت گر ہو۔ اور جس کے احکام مبتدہ و جائزہ کی بنیاد صداقت و عدالت کی جگہ جبر و ظلم پر ہو۔

(۲) مقابلہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہارے پاس قوت و شوکت مادی کا وہ تمام ساز و سامان بھی موجود ہو جو ظالموں کے پاس ہے کیونکہ حسین ابن علی کے ساتھ چند ضعفاؤ مساکین کی جمعیت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ حق و صداقت کی راہ نتائج و فکر سے بے پرواہ ہے۔ نتائج کا مرتب کرنا تمہارا کام نہیں۔ یہ اس وقت قاہرۂ عادلۂ الٰہیہ کا کام ہے جو حق کو باوجود ضعف و فقدان انصار کے کامیاب و فتحمند کرتی اور ظلم کو باوجود جمعیت و عظمت دنیوی کے نامراد و نگونسار کرتی ہے۔ ولہ صں فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللّٰہ۔

ایسے موقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشیوں کا دامنگیر ہوتا ہے۔ جو فی نفسہ اگرچہ عقل و دانائی کا ایک فرشتہ ہے، لیکن کبھی کبھی شیطان رجیم بھی اس کے بھیس میں آکر کام کرنے لگتا ہے۔ نفس خادع حیلہ تراشیاں کرتا ہے کہ صرف اپنے تئیں کٹوا دینے اور چند انسانوں کا خون بہا دینے سے کیا حاصل؟ توپ و تفنگ اور تخت و سلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہے کہ ہم کریں؟

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں تاریخ عالم کی صدہا امثال مقدسہ و محترمہ جہاد سے قطع نظر تمہارے سامنے خود مظلوم کربلا کی مثال موجود ہے تم کہتے ہو کہ چند

انسانوں نے حکومتوں کی قوتوں اور ساز و سامان کا مقابلہ کب کیا ہی کبھی بھی کیا جائے میں کہتا ہوں کہ حسین ابن علی نے صرف بہتر ۷۲ یا ساٹھ بھوکے پیاسے انسانوں کے ساتھ اس عظیم الشان حکومت قاہرہ و جابرہ کا مقابلہ کیا جس کے حدود سلطنت ملتان اور سرحد فرانس تک پھیلنے والے تھے۔ اور گویا یہ سچ ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دل کے ٹکڑوں کو بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپتے دیکھا اور پھر ایک ایک کر کے ان میں سے ہر وجود مقدس خاک اور خون میں تڑپا اور جاں بحق تسلیم ہوا اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ دشمنوں سے نہ تو پینے کے لئے پانی چھین سکا اور نہ زندہ رہنے کے لئے اپنی غذا حاصل کر سکا اور اس میں بھی شک نہیں کہ بالآخر وہ سر سے لیکر پیر تک زخموں سے چور ہوا اور اس خلوت شہادت لالہ گوں سے آراستہ ہو کر تیار ہوا تا اس کرشمہ ساز عجائب کے حریم وصال میں پہنچے جو دوستوں کو خاک و خون میں تڑپاتا اور دشمنوں کو مہلت دیتا ہے:۔

اراید وصالہ، ویرید قتلی!

تاہم فتح اسکی تھی اور فیروزمندی و کامرانی کا تاج صرف اسی کے زخم خوردہ سر پر رکھا جا چکا تھا۔ وہ تڑپا اور خاک و خون میں لوٹا، پر اپنے اس خون کے ایک ایک قطرہ سے جو عالم اضطراب میں اس کے زخموں سے ریگ و سنگ پر بہتا تھا انقلاب و تغیرات کے وہ سلابہائے آتشیں پیدا کر دیئے جن کو نہ تو مسلم بن عقبہ کی خون آشامی روک سکی نہ حجاج کی بے اماں خونخواری اور نہ عبدالملک کی تدبیر و سیاست۔ وہ بڑھتے اور بھڑکتے ہی رہے۔ ظلم و جبر کا پانی تیل بن کر ان کے شعلوں کی پرورش کرتا رہا اور حکومت و تسلط کا غرور ہوا بن کر انکی ایک ایک چنگاری کو آتشکدہ سوزاں بناتا رہا یہاں تک

کہ آخر وقت آگیا اور جو کچھ ۶۱ھ میں کربلا کے اندر ہوا تھا وہ سب کچھ ۱۳۲ھ میں نہ صرف دمشق بلکہ عالم اسلامی کے اندر ہوا صاحبان تاج و تخت خاک و خون میں تڑپے ان لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کی گئیں، فتح مندوں نے قبریں تک اکھاڑ ڈالیں اور مُردوں کی ہڈیوں تک کو ذلت و حقارت سے محفوظ نہ چھوڑا۔ اور اس طرح "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" کا پورا پورا ظہور ہوا۔

پھر کیا یہ سب کچھ جو ہوا وہ محض ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ ریشہ دوانیوں ہی کا نتیجہ تھا؟ کیا یہ اسی خون کا اعجاز نہ تھا جو فرات کے کنارے سے بہایا گیا تھا؟ پھر یہ فتحمندی تو بہ حسب ظاہر ہے جس کے نتائج کیلئے ایک صدی کا انتظار کرنا پڑا ورنہ فی الحقیقت مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے اسی وقت اپنی معنوی فتحمندی حاصل کرلیتا ہے۔

(۳) بہر حال یہ تو حق و صداقت کی قربانیوں کے نتائج ہیں کبھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ لیکن حضرت سید الشہداء کا اسوۂ حسنہ بتلاتا ہے کہ تم ان نتائج کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو۔ اگر ظلم اور جابرانہ حکومت کا وجود ہے تو اس کے لئے حق کی قربانی ناگزیر ہے اور اسے ہونا ہی چاہیئے۔ تعداد کی قلت و کثرت یا سامان وسائل کا فقدان اس پر موثر نہیں ہو سکتا۔ اور ظلم کا صاحب شوکت و عظمت ہونا اس کے لئے کوئی الٰہی سند نہیں ہے کہ اس کی اطاعت ہی کرلیجائے۔ ظلم خواہ ضعیف ہو خواہ قوی، ہر حال میں اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ظلم ہے اور حق و صداقت ہر حال میں یکساں اور غیر متزلزل ہے۔

(۴) حق و عدالت کی رفاقت کی آزمائشیں زہرہ گداز اور شکیب ربا ہیں قدم قدم

پر حفظ جان و ناموس اور محبت فرزند و عیال کے کانٹے دامن کھینچتے ہیں۔ لیکن یہ اسوۂ حسنہ مومنین و مخلصین کو درس دیتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی طلب و ہمت کو اچھی طرح آزمالیں۔ نہو کہ چند قدموں کے بعد ہی ٹھوکر لگے :-

جرم را این جا عقوبت ہست و استغفار نیست۔

اس قتیل جادۂ حق و صداقت کے چاروں طرف جو کچھ تھا اس اعادہ ضروری نہیں کہ سب کو معلوم ہے خدا تعالیٰ نے اپنی آزمائشوں کے متعدد درجے بیان کئے ہیں۔

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات، وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا، انا للہ و انا الیہ راجعون - (۲-۱۵۲)

اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائشوں میں ڈالیگا وہ حالت خوف و ہراس، بھوک اور پیاس، نقصان مال و جان اور ہلاکت اولاد و اقارب میں مبتلا کرکے تمہارے صبر و استقامت کو آزمائیگا پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے انکے لئے جن کے ثبات و استقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے تمام معاملات کو یہ کہہ کر اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں کہ

خوف و ہراس بھوک پیاس، نقصان اموال و متاع قتل نفس و اولاد یہی چیزیں انسان کے لئے اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں اس لئے انہی چیزوں کو راہ الہیٰ کے لے آزمائش قرار دیا گیا۔

لیکن مظلوم کربلا کے سامنے یہ تمام مرحلے ایک ایک کرکے موجود تھے۔ وہ ان تمام مصائب سے ایک لمحہ کے اندر نجات پاکر آرام و راحت اور شوکت و عظمت حاصل کر سکتا تھا۔ اگر حکومت ظالمہ کی وفاداری و اطاعت کا عہد کر لیتا۔ اور حق و صداقت

سے روگردانی کے لئے مصلحت وقت کی تاویل پر عمل کرتا۔ پر اس نے خدا کی مرضی کو اپنے نفس کی مرضی پر ترجیح دی اور حق کا عشق زندگی اور زندگی کی محبتوں پر غالب آگیا اس نے اپنا سر دیدیا کہ انسان کے پاس حق کے لئے یہی ایک آخری متاع ہے۔ پر اطاعت و اقرار و وفاداری کا ہاتھ نہ دیا۔ جو صرف حق و عدالت ہی کے آگے بڑھ سکتا تھا۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ، واللّٰہ رؤف بالعباد۔

سب سے بڑا اسوۂ حسنہ کہ اس حادثۂ عظیمہ کی لسان حال اس کی ترجمانی کرتی ہے۔ راہ مصائب و جہاد حق میں صبر و استقامت اور عزم و ثبات ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ، ثم استقاموا۔ دوسری جگہ کہا: فاستقم کما امرت

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ — آنجا کہ لطمہ ہائے ید اللّٰہ می زنند

فی الحقیقت اس شہادت عظیمہ کی سب سے بڑی مزیت و خصوصیت یہ ہے کہ اپنے تمام عزیز و اقارب، اہل و عیال اور فرزند و احباب کے ساتھ دشت غربت و مصائب میں محصور اعدا ہونا اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کو شدت عطش و جوع سے آہ و فغاں کرتے ہوئے دیکھنا پھر ان میں سے ایک ایک کی خون آلود لاش کو اپنے ہاتھ سے اٹھانا، حتیٰ کہ اپنے طفل شیر خوار کو بھی تیر ظلم و بربریت سے نخچیر پایا مگر بایں ہمہ راہ عشق صداقت میں جو پیمان صبر و استقامت باندھا تھا۔ اس کا ایک لمحہ بلکہ ایک عشر دقیقہ کیلئے بھی متزلزل نہ ہونا اور حق کی راہ میں جس قدر مصائب و اندوہ پیش آئیں سب شکر و منت کے ساتھ برداشت کرنا۔ وفینا بقضاء اللّٰہ و صبرنا علی ابلائہ

پیکان ترا بجاں خریدار — من مرہم دیگراں نخواہم

دوست کے ہاتھ سے جام زہر بھی ملتا ہے تو تشنہ کام زلال محبت اسے

غیروں کے جام شہد و شکر پر ترجیح دیتے ہیں :-

اے جفا ہائے تو خوشتر از وفائے دیگراں

آج بھی اگر گوش حقیقت نیوش باز ہو تو خاک کربلا کا ایک ایک ذرہ توضیح فرمائے صبر و استقامت ہے :-

شدیم خاک و لیکن ببوئے تربت ما　　　تواں شناخت کزیں خاک مرد می خیزد

افسوس کہ تفصیل مطالب کا ارادہ نہیں اور وقت و گنجائش مقتضی اجمال و ایجاز اگر اس صبر و استقامت کے اسوۂ حسنہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو خدارا اس تاریخ کی طرف توجہ کرو۔ صرف ایک روایت یہاں لکھوں گا تاکہ جو لوگ خاندان نبوت اور عترت حضرت رسالت کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ ادعائے محبت بغیر متابعت بیکار ہے

ان المحب لمن یحب مطیع

حضرت امام علی بن الحسین الشہیر بہ زین العابدین کہتے ہیں :-

انی بجالس فی العشیة التی قتل ابی الحسین فی صبیحتها وعمتی زینب تمرضنی اذ دخل ابی وهو یقول :-

یا دهر اف لك من خلیل　　　کم لك فی الاشراق والاصیل

من طالب وصاحب قتیل　　　والدهر لا یقنع بالبدیل

وانما الامر الی الجلیل　　　وکل حی سالك السبیل

ففهمت ما قال، وعرفت ما اراد وخنقتنی عبرتی و رددت دمعی وعرفت ان البلاء قد نزل بنا واما عمتی زینب فانها لما سمعت ما سمعت والنساء من شانهن الرقة والجزع فلم تملك نفسها ان وثبت تجر ثوبها سرعة وهی تقول

واثکلاه! لیت الموت اعدمنی الحیاۃ الیوم ماتت فاطمۃ وعلی والحسن بن علی اخی فنظر الیہا فرد غصته ثم قال۔ یا اختی! اتقی اللہ! فان الموت نازل لامحالہ۔ فلطمت وجہہا۔ وشقت جیبہا وخرجت مغشیاً علیہا وصاحت واویلاہ! واثکلاہ!! فقدم الیہا فصب علی وجہہا الماء وقال لہا یا اختاہ تعزی بعزاء اللہ فان لی ولکل مسلم اسوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ یعقوبی مطبوعہ لنڈن جلد دوم ص ۲۹)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام کہتے ہیں جس رات کی صبح کو میدان شہادت گرم ہونیوالا تھا عین اسی شب کا واقعہ ہے کہ میں بیمار پڑا تھا میری پھپھی زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں اتنے میں حضرت امام حسین داخل ہوئے وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے جنہیں سن کر میں سمجھ گیا کہ ان کا ارادہ کیا ہے؟ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہم پر ابتلاء الٰہی نازل ہو گئی ہے اور اب اس سے چارہ نہیں۔

مگر حضرت زینب ضبط نہ کر سکیں کیونکہ فطرتی طور پر عورتیں زیادہ رقیق القلب ہوتی ہیں وہ ماتم کناں چلا اٹھیں کہ واحسرتا وامصیبتا الیوم ماتت فاطمۃ وعلی والحسن بن علی۔ لیکن جب حضرت حسین نے یہ حالت دیکھی تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے بہن! یہ کیا بے صبری اور کیسا جزع وفزع ہے۔ اللہ سے ڈرو کہ موت یقیناً آنے والی چیز ہے اور اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

لیکن حضرت زینب شدت غم وحزن سے مضطرب تھیں کہ آنے والی صبح کن واقعات خونیں کے ساتھ طلوع ہوگی۔ فرط غم میں انہوں نے اپنا چہرہ پیٹ لیا گریبان

پھاڑ ڈالا اور واویلا واحسرتا پکارتی ہوئی بیہوش اپنے بھائی پر گر پڑیں حضرت حسین نے یہ حالت دیکھ کر ان کے منہ پر پانی ڈالا اور جب ہوش میں آئیں تو فرمایا' اے کیسا غم وحزن ہے جو تم کر رہی ہو؟ تمہیں چاہیئے کہ اللہ کے حکم وفرمان کے مطابق عزا وحزن وغم ہے اسے اختیار کرو کیونکہ میرے لئے اور ہر ایک مسلم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ان کے اعمال وافعال میں اتباع وپیروی کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اللہ اکبر خاندان نبوت کے اس مرتبۂ رفیع اور درجۂ عظیم کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کس طرح ان کے سامنے تھا اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کے حکم کے آگے کس طرح انہوں نے اپنے جذبات اور خواہشوں کو قربان کر دیا تھا؟ ایسے سخت اور زہرہ گداز موقعہ پر بھی اپنی بہن کا جزع وفزع انہیں گوارا نہ ہوا اور بجائے عام الفاظ صبر وتشفی کہنے کے فرمایا کہ "فان لی ولکل مسلم اسوۃ فی رسول اللہ علیہ وسلم!"

پھر آج کتنے مدعیان محبت اہلبیت کرام ہیں جو اسوۂ حسنہ کے اتباع کا اپنے اعمال سے ثبوت دے سکتے ہیں؟

خلیفہ مامون الرشید

اور

الزام قتل حضرت امام رضا

سوال

از مولانا محمد حسین صاحب (بیدر علاقہ نظام)

الہلال نمبر ۸ جلد ۲ مورخہ ۱۹ کے صفحہ (۱۳۸) کے دوسرے کالم میں بعنوان اعلان " یہ تاریخی غلطی دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی کہ جناب سید علی غضنفر صاحب نے ماموالرشید عباسی کو حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قاتل قرار دیا ہے۔ تمام صحیح تاریخوں نے (جن کے نام گنا کر مجھے اپنی قابلیت ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں) ماموں الرشید کو محب اہل بیت ظاہر کیا ہے۔ اور حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنے بعد خلیفہ قرار دینے کا ذکر کیا ہے۔ ایسے جلیل القدر اور محب اہل بیت پر حضرت امام کو " پنہان " ملا کر دغا سے شہید " کرنے کا الزام لگانا اس شخص کو اور نیز حضرت امام کے روح مطہر کو تکلیف دیتا ہے۔ اگر جناب کو فرصت ہو اند الہلال کے

بیش قیمت کالموں میں گنجائش نکل سکے تو براہ کرم اس تاریخی مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

قطع نظر اس تاریخی غلطی کے عنوان اعلان کے تحت میں اس بے محل واقعہ کا بیان کرنا جس قدر صاحب اعلان کی خوش مذاقی ظاہر کرتا ہے۔ اس کا ذکر خارج از بیان ہے۔ ایک جلیل القدر مسلمان بادشاہ اور ابن عم رسول اللہ صلعم کو برا کہہ کر ہمارے جذبات سے اپیل کرنا کہ " ایک مجلس عزائے حضرت امام علی بن موسیٰ علیہ السلام مقرر کریں۔ اور روسیوں کے ساتھ ماموالرشید بے گناہ کو بھی برا کہہ کر ایک دوسرے سے رسم تعزیت ادا کریں۔ اور اس طرح ارواح طیبہ حضرات معصومین کو شاد کریں" کس قدر غلط و ناموزوں اور فتنہ انگیز طریقہ ہے۔؟

جواب

(از مولانا ابوالکلام صاحب آزاد)

میں جناب سے اس خیال میں بالکل متفق ہوں کہ مولوی سید علی غضنفر صاحب نے اظہار مقصد کے لئے اچھا پیرایہ اختیار نہیں کیا۔ حالانکہ ان کے اختیار میں تھا، وہ بغیر ایک مختلف فیہ تاریخی الزام کو چھیڑے کے اپنا مقصد اچھی طرح انجام دے سکتے تھے۔

میں مصلحت عمومی کا قائل ہوں، مگر اس کا قائل نہیں کہ کسی خوف سے تاریخی تحقیقات و مذاکرات و مناظرات کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ تاہم غالباً سید علی غضنفر صاحب ایک مفید وقت اور نافع عموم اسلام تحریک کی دعوت دے رہے تھے، مناظرہ نہیں کر رہے تھے۔ وہ وقت گذشتہ الزاموں کی یاد تازہ کرنے کا نہ تھا۔

تاہم معاف کیجئے آپ کو بھی اس پر برہم ہونے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ دیکھئے۔

مسٹر ابن الدین صاحب بیرسٹرایٹ لانے گذشتہ اطاعت میں اپنے تمام وقت اصل تحریک کی نسبت کس طرح مشورہ دینے میں صرف کیا، اور ان امور سے غض دبصر کرکے اس غلطی کی پیروی نہ کی، جو سید صاحب سے ہوئی تھی۔

بہرحال اب آپ نے پوچھا ہے تو کیا کروں اگر جواب نہ دوں؟ ورنہ بردست ان بحثوں کی ضرورت نہ دیکھتا

حضرت امام (علی بن موسیٰ الرضیٰ) علیہ وعلی آبایہ واجدادہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا واقعہ آج ہی نہیں، بلکہ غالباً واقعہ کے وقت ہی سے مشتبہ ہو رہا ہے۔ عام تاریخوں کا ابتدائی بیان تو یہ ہے:۔

وکان سبب موته انه اکل عنباً فاکثر منه فمات بغاۃ کذا مختصر الدول (صفحہ ۲۳۳)	ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ ان کو بہت کثرت سے کھائے تھے۔ جنہوں نے نقصان پہنچایا اور یکایک انتقال کر گئے۔

لیکن یہ سبب اس قدر بے معنی ہے کہ کوئی شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔

پس اس میں شک نہیں کہ آپ کو انگور میں زہر ملا کر دیا گیا۔ جس طرح آج کل کی سرکاری خبریں ہوا کرتی ہیں۔ اسی طرح سرکاری اعلان میں انتقال کی وجہ بیان کی گئی ہوگی کہ کثرت سے انگور کھائے تھے۔

اس امر کی اسی زمانے میں کافی شہرت ہوگئی تھی کہ انتقال زہر کی وجہ سے ہوا چنانچہ (کاتب عباسی) سے لیکر ابن اثیر وغیرہ تک سب زہر خورانی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی نسبت خاص خاص تفصیلات بھی بیان کرتے ہیں۔

الزام قتل کا اصلی ملزم

لیکن زہر کس نے دیا ؟

انصاف یہ ہے کہ اس بارے میں (ماموالرشید) کا دامن مشتبہ ضرور ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس دلیل قطعی کوئی نہیں۔ دونوں پہلو قوی ہیں۔ اور سوء ظن سے اجتناب شاید قرین احتیاط سمجھا جائے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تاریخی کی راہ مذہبی عقیدت اور حسن ظن کی متحمل نہیں ہو سکتی یہاں بحث ابن عم رسول اللہ" (صلعم) کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک مسلمان حکمران ماموں الرشید نامی شخص کی نسبت ہے

انتقال خلافت اور عباسیہ کی برہمی

اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۰۰ھ میں ماموں الرشید نے ارادہ کیا کہ اپنے بعد کسی شخص کو ولی عہد مقرر کردے۔ اس غرض سے اس نے تمام بنی عباس و علوین کو جمع کیا اور کچھ عرصہ غور و فکر کے بعد ایک مجلس منعقد کر کے حضرت امام (علی بن موسیٰ الرضیٰ) کی ولیعہدی کا اعلان کردیا۔

انہ نظر فی بنی العباس و بنی علی فلم یجد احداً افضل ولا اورع ولا اعلی من موسیٰ فلذلک عقد له العهد من بعده

اس نے تمام خاندان عباس و علی پر نظر ڈالی۔ لیکن کسی شخص کو امام علی بن موسیٰ سے بڑھ کر صاحب علم و تقویٰ نہ پایا۔ پس انہی کو اپنے بعد ولی عہد خلافت مقرر کیا۔

عباسیوں کا لباس رسمی سیاہ تھا، اور علویوں کا سبز، بیعت کے بعد اس نے احکام جاری کئے کہ آج سے سیاہ لباس ترک کر دیا جائے اور تمام فوج داعیان ملک سبز لباس اختیار کریں۔

اس واقعہ نے تمام عباسیوں اور بنی ہاشم میں برہمی و غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دی۔ لوگوں نے اعلانیہ کہنا شروع کر دیا:۔

لا تخرج الخلافۃ — یہ ممکن نہیں کہ خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل کر ہمارے

منا الی اعدائنا — دشمنوں (سادات و علویوں) کے ہاتھ میں چلی جائے۔

(مامون) خراسان میں تھا۔ دار الخلافہ بغداد میں تمام لوگ اس کی طرف سے پھر گئے یہاں تک شورش بڑھی کہ علانیہ اس بیعت کو توڑ کر اس کے چچا (ابراہیم ابن المہدی) کے ہاتھ پر بیعت کی (مبارک) کے لقب سے وہ تخت پر متمکن ہوا (اغانی) میں لکھا ہے کہ چونکہ ابراہیم شعر و موسیقی میں درجہ امتیاز رکھتا تھا اس لئے مشہور شاعر ابو فراس بن ہمدان نے یہ شعر کہا:۔

منکم علیہ ام منہم، وکان لھم — شیخ المغنین ابراھیم ام لھم

مامون کا تشیع اور ایثار

مامون الرشید نے عباسیہ کے استحقاق خلافت کے ایسے عظیم الشان اور بنیادی مسئلہ میں کیوں تغیر کیا؟ اور کیوں بنی ہاشم و عباسیہ کی دشمنی مول لی؟ میں ایک لمحے کے لئے بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا (جیسا کہ برادران شیعہ کا خیال ہے) کہ یہ محض ایک مکر و خدع اور حضرت امام کو شہید کرنے کی ترکیب تھی، اگر مامون،

کہ تشیع اور محبت اہل بیت کی واقفیت سے انکار بھی کر دیا جائے جب بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ایسا کرنے کی اس کو ضرورت ہی کیا تھی؟ اگر کسی سبب سے (حالانکہ وہ معلوم نہیں) حضرت امام کو وہ شہید ہی کرنا چاہتا تھا، تو کیا اس کی یہی تدبیر تھی کہ ایسا عظیم الشان تغیر مسئلہ خلافت میں کر کے اور تمام دنیا کو اپنا دشمن بنا کے، پھر اس کے بعد ان کو شہید کرا دے؟

اصل یہ ہے کہ مامون کی محبت اہل بیت اور مذاق تشیع سے انکار کرنا تاریخ شہادات موثقہ کی بلا وجہ توہین ہے۔ اس نے برامکہ کی گود میں پرورش پائی تھی۔ جو شیعہ تھے۔ عجمیوں کی سوسائٹی میں رہا، اور اس وقت تک شیعیت کو سیاسی لحاظ سے مخصوص بعجم سمجھنا چاہیئے۔ تخت نشین ہونے کے بعد بھی اس کا ساتھ (خاندان اہل) کے ساتھ رہا اور یہ شیعہ تھے۔ اس نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص معاویہ کو اچھا کہے گا دائرہ اطاعت سے باہر ہے،، (متعہ) کی حلت کا جیسا شدید اور جابرانہ حکم اس نے دیا تھا وہ تاریخوں میں موجود ہے، حضرت امیر علیہ السلام کی افضلیت کی نسبت اس کے مباحثہ طول طویل ہیں۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے باغ (فدک) سادات کو دیدیا تھا، مگر پھر اس کے بعد ان کے قبضے میں نہیں رہا۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ مامون الرشید نے دوبارہ واپس سادات کو کر دیا کہ یہ انہی کا حق ہے

تمام عباسیہ میں اسی کا عہد ہے کہ سادات وعلویین کی قدر و منزلت حتی کہ ملکی عہدوں پر فائز ہونے کے واقعات نظر آتے ہیں۔ متعدد فوجی تحریکیں دعوے خلافت کے ساتھ شروع کیں؟ مگر مامون نے ہمیشہ درگذر، عفو، اور نرمی و آشتی سے کام لیا

حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ (سفاح) اور (رشید) کا جانشین تھا، اور اس تخت پر بیٹھا تھا جس پر (متوکل) بیٹھنے والا تھا

پس حضرت امام کو ولی عہد مقرر کرنے کا اصلی سبب قومی، محبت اہل بیت اور ولولہ، شغف خاندان علی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

ایک اور سیاسی سبب

البتہ صرف ایک سبب ہے جو اس کے ذیل میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور میں اس کو سیاسی نظر سے وقیع سمجھتا ہوں۔ یعنی (عجمی) اقتدار افزائش اور عربی قوت کو ضعیف کرنے کی تحریک، جو فی الحقیقت آغاز عہد عباسیہ سے شروع ہو گئی تھی: برامکہ آل نوبخت اور خاندان سہل وغیرہ یکے بعد دیگرے اس کے ارکان و عادات میں سے رہے۔ اور خود مامون کا وجود عجمی اثر کی فتحیابی کا ایک واقعہ تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں جب (امین)، اور (مامون) کی ولی عہدی کی رقیبانہ کشمکش ہو رہی تھی، تو وہ دراصل عجم و عرب کی منافست و مسابقت کی معرکہ آرائی تھی مامون کی کامیابی نے عجمی اقتدار کو قائم کر دیا اور سادات و علویین کی طرفداری اس وقت تک عجم کا سیاسی مذہب تھا۔

طبری، ابن اثیر، ابن عبد ربہ، اور فخری وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت امام رضا کی ولی عہدی کا معاملہ دراصل (فضل بن سہل) کے ہاتھوں انجام پایا!

پس اسی ولی عہدی کا ایک دوسرا سبب قوی یہ بھی تھا کہ اس کے ذریعہ بنی ہاشم و عموم عرب کا زور توڑا جائے، اور عجمی اقتدار ہمیشہ کے لئے تخت خلافت پر قابض و محیط ہو جائے۔

بہرحال سبب کوئی ہو۔ مگر یہ ولی عہدی ایک سچی خواہش اور ارادے کا نتیجہ تھی مکروخدع اور حیلہ تراشی نہ تھی، گو اور صدہا موقعوں پر ایسا بھی ہوا ہو

ولی عہد کے بعد

البتہ سوال یہ ہے کہ جب (امام رضا) کی ولی عہدی کا اعلان ہو گیا، اور اسی کی وجہ سے تمام بغداد میں برا ہمی پھیل گئی، حتیٰ کہ مامون کی خلافت بھی قائم نہ رہی اور اس کی بیعت توڑ کر لوگوں نے ابراہیم مبارک کو تخت پر بٹھا دیا۔ تو یہ مخدوش اور تختِ خلافت کو الٹ دینے والا رنگ دیکھ کر مامون مجبور تو نہیں ہو گیا کہ اپنی حکومت اور ذات کے تحفظ کے لئے اس سبب کا انسداد کر دے جس کی وجہ سے یہ تمام نتائج پیدا ہوئے ہیں؟

شخصی حکمراں کے لئے اعتقاد کوئی چیز نہیں

شخصی حکومتوں کی حالت اس بارے میں بالکل ناقابلِ اعتماد ہے۔ منٹوں اور لمحوں کے اندر تغیرات ہو جاتے ہیں، اور کسی حالت کو دوام و قرار نہیں ہوتا۔ شخصی حکمرانوں کے سر پر تاج ہوتا ہے، مگر پہلو میں دل نہیں ہوتا۔ ان کے تمام جذبات "تاج" کی حفاظت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اور اس بارے میں وہ گویا انسان کی عام فطری جبلت کے علاوہ ایک نئی جنسِ خاص بن جاتے ہیں۔ محبت و عداوت احسان و ممنونیت، رشتہ داری تعلقاتِ نسل، اور اسی قسم کے وہ تمام جذبات جنکو اخلاق فطرت انسانی میں داخل بتلاتا ہے، ان کے لئے بالکل بے اثر ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ اس بارے میں وہ ملامت کے مستحق نہیں بلکہ رحم

کے حقدار ہیں۔ انسان پر سب سے زیادہ غالب جذبہ، حفظ النفس اور جلب نفع کا ہے۔ اس کے تمام اعمال ارادی کا محور یہی جذبہ ہے۔ شخصی فرمانروائی کا تاج گو لعل و جواہرات کا ہوتا ہے مگر اس کے اندر ہلاکتوں اور خطروں کے کانٹے بھی بکھرے ہوتے ہیں

منصور نے (ابومسلم) کے ساتھ کیا کیا اور اس نے کیا کیا تھا؟ اس نے چھ سو برس تک رہنے والی حکومت دلائی۔ اور منصور چند لمحوں کی زندگی دینے پر راضی نہ ہوا! (ہادی) کی موت کا واقعہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ جو اسی خاندان کا واقعہ ہے (برامکہ) کے ساتھ (رشید) کا جو کچھ تعلق تھا وہ محتاج تشریح نہیں۔ اور سب باتوں سے قطع نظر کیجئے۔ جو خود تخت خلافت کے ملنے میں (یحیی برمکی) کی مساعی یادگار تھیں؟ مگر اس شخصی حکومت اور پولیٹیکل مجبوری نے جو کچھ (رشید) سے کرایا۔ وہ تاریخ عباسیہ کا ایک مشہور افسانۂ غم ہے۔ (امین) مامون کا بھائی تھا۔ جب قیدخانے میں اس پر تلوار چلائی گئی۔ تو اس نے تکیہ کو ڈھال بنا کر کہا = انا ابن عم رسول اللہ انا ابن ھارون! انا اخوالمامون! اللہ اللہ فی دمی! میں رسول اللہ کے چچا کا فرزند ہوں! ہارون کا بیٹا ہوں! مامون کا بھائی ہوں۔ ظالمو! میرے ساتھ یہ کیا کر رہے ہو؟ لیکن کچھ نہ چلی اور بالآخر قتل کر دیا گیا۔ (ذوی الریاستین) نے (مامون) کے ساتھ وہی کیا تھا، جو (ابومسلم) نے منصور کے ساتھ (بیرم) نے (اکبر) کے ساتھ، اور میر جملہ نے (عالمگیر) کے ساتھ۔ مگر بالآخر جب اس کا اقتدار بڑھا اور (ابومسلم) کی سی حالت پیش آئی، تو اسی حکومت کے تحفظ کے لئے (جو اس کی سعی سے ملی تھی) مجبور ہوا کہ چند آدمیوں کو بھیجکر حمام میں قتل کرا دے۔

(طاہر) ذوالمنین کے ساتھ بھی اس کو ایسا ہی سلوک کرنا پڑا خاندانِ آلِ عثمان کی تاریخ پڑھئے۔ آخروہ بھی تو انسان تھے۔ جنھوں نے اپنی اولاد کو قتل کرایا اور بھائیوں کے قتل کے واقعات کو تو کون شمار کرا سکتا ہے؟

(شاہجہاں) اور (اورنگ زیب) اسی کمبخت شخصی حکومت کے لئے جن کاموں پر مجبور ہوئے ان کے لئے دُور جانے کی ضرورت نہیں

ہم جب ان لوگوں کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ تو ہمارا ہاتھ اپنے دل پر ہاتھ ہوتا ہے۔ جو کسی کے تلوے میں کانٹا چبھے تو تڑپ جاتا ہے۔ اس دل کو بھول جاتے ہیں جس کو چتر شاہی اور تاج حکومت کے سامنے میں پتھر اور لوہے کا بن کر رہنا پڑتا ہے

اس بارے میں خود مامون کا کیرکٹر ہمارے سامنے ہے ہم نے ان واقعات کی طرف سرسری اشارہ کیا کہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ آپ براہ کرم تاریخوں پر نظر ڈالیں۔

مامون کے طرز عمل میں انقلاب

دیکھئے (مامون) کی محبت اہل بیت اور میلان تشیع کس قدر ہیں، اور اس کی صداقت کیسی ناقابلِ انکار ہے؟ ۲۰۱ھ میں اس نے خود ہی سیاہ لباس کی ممانعت کرکے اور سبز لباس لازمی قرار دے کر تمام خاندان کو دشمن بنا لیا تھا لیکن بالآخر جب مجبور ہوا تو چھ برس کے بعد بالکل اس کے متضاد اور برعکس حکم جاری کیا کہ، تمام سادات اپنا ممتاز سبز کرکے اس کی جگہ آلِ عباس کا سیاہ لباس اختیار کریں۔ اور آئندہ سے وردی پہننے کی ان کو اجازت نہیں۔

غور فرمائیں کہ (مامون) کے طرز عمل میں یہ کیسا عظیم الشان انقلاب تھا؟

مامون کی مشکلات

حقیقت یہ ہے کہ (مامون) کے الفت و محبت اہل بیت کرام میں تو کوئی شک نہیں، لیکن خاندان عباسیہ کی مخالفت اور برہمی نے اس کو مجبور کر دیا ورنہ خود اپنی رائے پر قائم اور مستقیم تھا

ولی عہد کے واقعہ نے تمام بغداد میں بغاوت پھیلادی تھی، اور ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت بھی لی جا چکی تھی، لیکن (ذوی الریاستین) کی دربار خلافت پر حکومت تھی۔ اس نے (مامون) کو ملک کی حالت سے بے خبر رکھا۔ کوئی شخص بغیر اس کے حکم کے کوئی خبر (مامون) تک نہیں پہنچا سکتا، ہرثمہ نے جرات کی مگر (ذوی الریاستین) کے وسائس کا شکار ہوا۔ یہاں تک کہ (حسن بن سہل) مقابلے کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور پھر بھی (مامون) کو یہی خبر دی گئی کہ "ابراہیم بغداد میں نائب الریاست کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ کوئی خدشہ کی بات نہیں!"

امام رضا کا مامون پر احسان

یہ حالت دیکھ کر امام (علی رضا) سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ ایک دن آئے اور مامون سے کہا:-

یا امیر المومنین اناس ببغداد قد یا امیر المومنین! بغداد میں لوگ آپ کے مخالف انکروا علیك مبایعتی بولایة اس سبب سے کہ آپ نے مجھ کو ولیعہد

العہد وتغیر لباس السواد، و قد خلعوہ وبایعوا ابراہیم بن المہدی (الفخری صفحہ ۲۰۰)

مقرر کیا اور سیاہ لباس کی جگہ سبز لباس پہننے کا حکم دیا۔ انہوں نے آپ کی بیعت توڑ دی ہے۔ اور آپ کی جگہ آپ کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔

اب (مامون) کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اب تک (ذوی الریاستین) کے ہاتھ میں اسی طرح ایک عضو معطل تھا۔ جیساکہ عرصہ تک (اکبر) بیرم کے ہاتھوں میں رہا۔ اس کو اپنی بے خبری اور معطلی کے جس کے ساتھ اس طوفان ہلاکت کا بھی علم ہوا۔ جو اہل بیت کی محبت اور امام علی رضا کی ولی عہدی کی بدولت اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تاریخ مشاہدے کا نام ہے۔ بلکہ روایت کا۔ اور پھر قرائن وتخمینہ طنون غالبہ اور بحث وتعلیل کا، غور کرنا چاہیئے کہ قدرتی طور پر (مامون) اس وقت کن حالات سے دو چار ہوا ہو گا؟ اور حفظ حکومت و نفس نے کن مصالح وقت کو پیش نظر کر دیا ہو گا؟

وصیت قتل ذوالریاستین

اس نے وہی کیا جو شخصی حکمران ایسے موقع پر کرتا ہے۔ ایک جماعت باہر کے لوگوں کی (ذوی الریاستین) کے پیچھے لگا دی:۔

فدس جماعۃ علی الفضل فقتلوہ

پس مامون نے ایک جماعت فضل کے قتل کیلئے

في الحمام ثم خذهم وقدمهم
ليضرب اعناقهم فقالوا له: انت
امرتنا بذلك ثم تقتلنا؟ فقال
لهم: انا اقتلكم باقراركم واما
ما ادعيتموه علي من اني امرتكم
بذلك فدعوى ليس لها بينة
ثم ضرب اعناقهم وحمل رؤوسهم
الى الحسن بن سهل وكتب
بتعزيته وولاه مكانه

خفیہ لگا دی، جنھوں نے اس کو حمام میں قتل کر ڈالا
پھر مامون نے قاتلوں کو پکڑوا بلایا اور قتل کا حکم دیا
اس پر انھوں نے کہا کہ آپ ہی نے تو حکم دیا تھا کہ اسے
قتل کر دیں۔ جب اس کی تعمیل کی تو اب ہم کو کیا اُلٹا
قتل کیا جاتا ہے۔ لیکن مامون نے اس قانونی پیچ
سے ان کو چپ کرا دیا کہ "تمہارا جرم تو ثابت ہے کہ
خود قتل کا اقرار کرتے ہو، رہا میرا حکم دینا۔ تو یہ محض
تمہارا دعویٰ ہے، جس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔"
بہرحال ان کو قتل کر دیا۔ اور ان کے سروں کو
حسن بن سہل کے پاس بھجوایا اور فضل کے مرنے پر تعزیت کی اور اس کی جگہ اس کو مقرر کیا

در حقیقت (مامون الرشید) کی اصلی حکومت اسی دن سے شروع ہوئی ہے
جس دن سے امام علی رضا نے اس کو ملک کی حالت سے باخبر کیا اور یہ ان کا حکومت مامونی
پر احسان عظیم ہے۔ کیونکہ اگر (ذوی الریاستین) تھوڑے دن اور زندہ
رہتا تو مامونی خلافت کا بالکل خاتمہ تھا۔

بہرحال (مامون) نے ملکی شورش کا پہلا علاج تو یہ کیا۔ اب اس کے بعد
اس شورش کی علت اصلی یعنی خلافت کا خاندان عباسی سے سادات میں
منتقل ہونا۔ اور امام علی رضا کی ولی عہدی کا مسئلہ پیش تھا۔

حادثہ شہادت امام رضا

مامون کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں سادات کی دوستی کے ساتھ کسی طرح تخت خلافت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ عباسیوں نے ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، اگر اس کو شکست بھی دی گئی مجب بھی یہ فتنہ ایسا نہیں ہے جو پھر نہ ابھرے۔

(ذوی الریاستین) کی قوت پر اس کو بڑا بھروسہ تھا۔ لیکن مجبوراً خود ہی اسے ہاتھ سے کھونا پڑا۔ بس اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ عباسیوں کی خواہش کے آگے سر جھکا دیا جائے۔ اور جس ملت نے شورش پیدا کی ہے۔ اس کو دور کر کے تلافی مافات کی جائے۔

سفر کرتے ہوئے ۲۰۳ھ میں (مامون) طوس پہنچا، اور چند دنوں کے لئے ٹھہر گیا کہ (ہارون الرشید) کی قبر یہیں تھی۔ حضرت امام علی رضا بھی اس کے ساتھ تھے دفعتاً بیمار ہوئے اور دفعتاً انتقال کر گئے۔ موت کی علت مسموم انگوروں کا کھانا ایک مسلم واقعہ ہے۔

مامون نے ان کی وفات پر سخت ماتم کیا۔ یہاں تک کہ تین دن تک قبر کی مجاوری کی۔

جنازے کے ساتھ ننگے سر چل کر مشایعت کی اور حکم دیا کہ (ہارون الرشید) کی قبر کھود کر اسی میں آپ کو دفن کیا جائے۔ تاکہ ان کی برکت سے رشید کی مغفرت ہو۔

خاندانِ اہل بیت کے مشہور مداح (دعبل) نے اسی واقعہ کی نسبت ہجو لکھی تھی:-

ما ینفع الرجس من قرب الذکی ولا   علی الذکی لبقرب الرجس من ضرر

واقعات کا یہی حصہ ہے، جہاں پہنچ کر مامون کا دامن مشتبہ ہو جاتا ہے اور قرینِ قیاس و عقل معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جو سیاست (ذوی الریاستین) کے ساتھ برتی تھی، وہی امام علی رضا کے ساتھ برتنے پر مجبور ہو گیا ہو یہ تو یقینی ہے کہ عباسی سورش کے بعد (مامون) کے اس طرزِ عمل میں پورا تغیر ہو گیا تھا۔ جو اس سے پہلے سادات و علویین تھا۔ شعار علویین (لباس سبز) کے اٹھا دینے میں اس کا اہتمام بلیغ اوپر گذر چکا ہے۔ جب ۲۰۴ھ میں خراسان سے بغداد پہنچا تو خود اس کا اور اس کے ساتھیوں کا لباس سبز تھا۔ جو لوگ دربار میں آتے تھے وہ بھی سبز لباس ہی پہنے ہوتے تھے۔

آٹھ دن تک یہ حالت قائم رہی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ عباسی اِس بارے میں اعتراض کر رہے ہیں تو معاً حکم دیدیا کہ لباس بالکل بدل دیا جائے۔ اور وہی پرانا عباسی شعار، یعنی سیاہ رنگ کے کپڑے پہن لیں۔

واقعہ کا دوسرا پہلو

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا وہ (مامون) کی شرکتِ قتل کے قرائن و قیاس تھے۔ جن کو سادہ و قدرتی ترتیب کے ساتھ ہم نے پیش کر دیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا پہلو بھی تاریخی وقعت، اور قرائن عقلی

کی تقویت، دونوں چیزیں رکھتا ہے اور انصاف کے خلاف ہے کہ اس کی طرف سے آنکھیں بند کرلی جائیں۔

(مامون) مصلحت وقت کی وجہ سے مجبور ہو گیا تھا۔ امام علی رضا کا دشمن نہ تھا۔ لیکن تمام عباسی تو ولی عہدی کے بعد سے قطعی ان کے جانی دشمن ہو گئے تھے پھر کیا عجب ہے ان کے اور مامون کے مخالفین نے خود کوئی سازش کی ہو اور انگور میں زہر ملاکر دیدیا ہو؟

جو مورخین (مامون) کی شرکت قتل کے مخالف ہیں وہ اسی پر زور دیتے ہیں کہ مخالفین (مامون) نے حضرت رضا نے ایک سازش کر کے یہ معاملہ انجام دیا

مخالفین الزام قتل

ان کے دلائل کی وقعت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے زیادہ قدیم رائے اس بارے میں مورخ یعقوبی مشہور (ابن واضح کاتب عباسی) کی ہے وہ تیسری صدی کا مشہور مورخ ہے، اور عہد مامونی کے تمام واقعات خود اس عہد کے لوگوں سے روایت کر کے بیان کرتا ہے، اس کا بیان ہے کہ یہ سازش (علی بن ہشام) نے کی تھی۔ (مامون) کو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

(ابن اثیر) بھی اس واقعہ سے انکار کرتا ہے، اور بعد کو جتنی بھی تاریخیں لکھی گئیں۔ سب میں شرکت مامون کو (قیل) کے ساتھ لکھا ہے اور اس کی صحت پر زور نہیں دیا ہے۔

(الیعقوبی) کی شہادت کو اس لئے قوی سمجھا جاتا ہے کہ وہ بظاہر شیعیت

کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر انڈوور فانڈیک (جو ایک بے طرف اور مسیحی مصنف ہے) اکتفا القنوع میں لکھتا ہے کان یمیل فی غرضہ الی الشیعہ روف السیعل قرب عہد اور تقدم زمانہ اس پر مستزاد ہے۔
البتہ متاخرین میں (فخر الدین ابن الطقطقی) نے زیادہ پھیلا کر اور ایک حد تک قوی لب و لہجہ میں اس الزام کو لکھا ہے۔ لیکن اس کی نسبت مخالفین الزام کہہ سکتے ہیں کہ وہ عباسیہ کا سخت مخالف تھا۔ حتیٰ کہ قتل معتصم اور فتنۂ تاتار و بربادی بغداد کے واقعہ پر بھی چنداں متاسف نہیں۔

حاصل تحقیق تفتیش

پس ایسی حالت میں صحیح یہ ہے۔ کہ کسی خاص پہلو کو ترجیح دینا مشکل ہے۔ واقع کی نوعیت اور اس کے گرد و پیش کے حالات اس طرح کے ہیں کہ (مامون الرشید) کا پوزیشن مشتبہ ضرور ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ عام مخالفین امام نے یا بقول (ابن واضح) علی بن حسام نے ایسا کیا ہو۔
بہرحال کوئی قطعی رائے بحالت موجودہ نہیں دی جا سکتی ہمارے نزدیک دونوں پہلو ممکن الوقوع ہیں۔
بحالت موجودہ ہم نہیں سمجھتے کہ باہم دگر الزام دہی میں کیوں وقت ضائع کریں؟ اگر (مامون) فی الحقیقت یہ جرم سرزد ہوا تو اللہ کے ہاں کھلنے والی ہے اور وہاں آپ کی یا میری وکالت کی ضرورت نہیں اگر نہیں ہوا تو تجسّد و اور بھول جاؤ۔ ملائکہ ندوسیہ کے مظالم کی طمس نسیں واقعہ کے یاد کرنے پر موقوف نہیں آج جو کچھ ہو رہا ہے، جب

اس سے ہمیں عبرت حاصل نہیں ہوتی، تو کل جو کچھ ہو چکا ہے، اس کے دہرانے سے کیا فائدہ ؟

جس وجود مقدس کی ولی عہدی کی تبریک میں (ابو نواس) نے یہ اشعار کہے تھے، آج اس کی قبر مبارک کا گنبد شکستہ ہو چکا ہے اور تمام اسلامی دنیا خاموش ہے۔

مطهرون نقیات جیوبهم ... تجری الصلوٰة علیهم اینما ذکروا
من لم یکن علویا حین تنسبه ... فماله فی قدیم الدهر مفتخر
الله لما بری خلقا فاتقنه ... صفاکم واصطفاکم ایها البشر
فانتم الملأ الاعلی، وعندکم ... علم الکتاب وما جاءت به السور

الطاقۃ الکبریٰ

وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ لَیْسَ لِوَقْعَتِہَا کَاذِبَۃٌ

والنّٰزعات غرقًا والنّٰشطات نشطًا والسّٰبحات سبحًا فالسّٰبقات سبقًا فالمدبّرات امرًا۔ موت اور ہلاکت کے وہ اوقات الیمہ جو خون کی رگوں اور گوشت کے ریشوں کے اندر سے انساں کی جانوں کو کھینچ لیتے ہیں اور آبادیاں اجاڑ اور زندگیاں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ وہ ارواح حروب وقتال جو زندگی کے لئے موت کا اور آبادی کے لئے ویرانی کا دروازہ ایسی عجلت اور ایسی آسانی سے کھول دیتی ہیں، گویا کسی لپیٹے ہوئے تہہ کو کھول دیا گیا۔ وہ ہلاکت اور موت کی عظیم الشان ہستیاں جن پر انسان باش توپیں لدی ہوئیں اور آگ اور خون کے خونخوار درندے سوار ہیں، اور جو سمندروں میں تیرتی پھرتی ہیں اور ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتی ہیں تا اپنے مشنوں و امور کی تدبیر کریں، ان سب کی چھائی ہوئی ہیبت اور پھیلی ہوئی وحشت کی قسم، اور ان سب کی پھیلائی ہوئی موت اور برپا کی ہلاکت کی گواہی، کہ ارض الٰہی کا امن ڈوب گیا۔ انسانیت کی بستی اجاڑ ہو گئی نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا اور دنیا مثل اس بیوہ کے ہو گئی جس کا شوہر زبردستی قتل کر دیا گیا ہو اور اس کے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا ہو۔ اب وہ اپنے لٹے ہوئے سنگھار پر ماتم کر رہی، اوڑھنی بیٹھی ہوئی چادر کو سر سے اتار دیگی کیونکہ اس کا سہاگ ختم ہو گیا، کیونکہ اس کا شباب پامال

گردیا گیا، اور اس لئے کہ اس کے فرزندوں نے اس پر تلوار اٹھائی، اور اس لئے کہ اس کے دوستوں نے اسے کچل دیا۔ پس زندگی کی جگہ موت، عیش و سلامتی کی جگہ اضطراب، نغمہ و نشاط کی جگہ شور ماتم، زمزمہ سنجی کی جگہ نوحہ خوانی، آب زندگی کی جگہ بحر خونیں، بستیوں کی جگہ قبریں، اور زندگی کے کاروبار اور بازاروں کی چہل پہل کی جگہ موت کے وہ جنگل جن میں وہ لاشیں سڑیں گی، اور ہولناک سمندروں کے وہ خونیں طوفان جن میں انسان کی لاشیں مچھلیوں کی طرح اچھلیں گی۔ اور اے دنیا کے بڑے بڑے پر غرور شہروں کے بسنے والو! کل تک تمہاری ماؤں نے تمہیں جنا تھا، تا زندگی پر گھمنڈ اور طاقت پر مغرور ہو۔ پر آج تم موت کے کھلونے ہو جنہیں بگاڑ دیا جائیگا، اور ہلاکت کی میراث ہو جنہیں بگاڑ دیا جائیگا۔ اور پھر اے وہ کہ تمدن کی بہشت، علم کے مرغزار، اور عیش و نشاط زندگی کے حیرت آباد عجوبہ زار تھے! تم کل تک دوسروں کی موت و ہلاکت کی خبریں سنتے تھے۔ پر آج تمہاری ہلاکت کی خبریں پڑھی جائیں گی۔ کل تک تمہارے پاس کرۂ ارض کی مصیبتوں کا قلم تھا، پر آج تمہاری مصیبتوں کی تاریخیں مرتب ہوں گی۔ تم کل تک دوسروں پر ظلم و قہر کرتے تھے پر آج تم پر ظلم و قہر کیا جائیگا۔ تم کل تک دوسروں کے لئے آگ سلگاتے تھے، پر آج تمہارے لئے جہنم بھڑک رہی ہے، تم کل تک ضعیفوں اور ناتوانوں کے لئے درندے تھے، پر آج درندوں میں خود جل گئی اور بھیڑیوں نے آپس میں ایک دوسرے پر پنجہ مارا۔ تم کل تک دنیا کیلئے موت کی بجلی اور ہلاکت کی بدلی تھے، پر آج کوئی نہیں جو تمہیں ہلاکت کی بارش اور بربادی کے رعد و برق سے بچا سکے۔ کل مشرق کی بربادیوں کا تم نے تماشہ دیکھا تھا، آج وہ تمہاری ہلاکت کو دیکھ رہا ہے۔

فالیوم الذین اٰمنوا من الکفار یضحکون علی الارائک ینظرون ھل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون (۸۳-۳۶)

پس آج کا دن وہ دن ہے کہ مسلمان ارباب کفر پر ہنستے ہیں اور امن و راحت سے بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں، ہاں! اب تو وہ وقت آگیا ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال کا بدلہ پایا۔

ماتم انسانیت

انسان کی سوئی ہوئی سبعیت و بہیمیت پھر جاگ اٹھی ہے وہ اشرف المخلوقات کی صورت سے آدمی مگر خواہشوں میں بھیڑیا، محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگلی درندہ اور اپنے ہاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات، مگر اپنی روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہے اور اپنی خونریزی کی انتہائی شکل اور اپنی مردم خواری کے سبب سے زیادہ برے وقت میں آگیا ہے، وہ کل تک اپنے کتابوں کے گھروں اور علم و تہذیب کے دارلعلوموں میں انسان تھا پر آج چیتے کی کھال اس کے چمڑے کی نرمی سے زیادہ حسین اور بھیڑیے کے پنجے اس کے دندان تبسم سے زیادہ نیک ہیں۔ درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے جنگلوں میں امن و راحت ملے گی مگر اب انسانوں کی بستیاں اور اولاد آدم کی آبادیاں راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی ہو گئی ہیں، کیونکہ وہ جو خدا کی زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھ کر تھا، اگر سب سے برا اور سب سے کمتر ہو جائے تو جس طرح اس سے زیادہ کوئی اور نیک نہ تھا، ویسا ہی اس سے بڑھ کر اور کوئی برائی نہیں ہو سکتا:۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن۔ ہم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کی

تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین - الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون (٩٥-٦)

ترکیب اور اعلیٰ ترین جذبات کی ساخت میں پیدا کیا لیکن پھر دوسری طرف بہیمی خواہشوں اور شریر قوتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ادنیٰ درجہ کی مخلوق تک بھی لوٹا جائے۔ ہاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ وعادلہ اختیار کئے ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔ کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے بچ نکلیں گے۔

شیر خونخوار ہے مگر غیروں کے لئے، سانپ زہریلا ہے، اگر دوسروں کے لئے چیتا درندہ ہے اگر اپنے سے کمتر جانوروں کے لئے۔ لیکن انسان دنیا کا اعلیٰ ترین مخلوق خود اپنے ہی ہمجنسوں کا خون بہاتا اور اپنے ہی ابنائے نوع کے لئے درندہ خونخوار ہے! وعلی ذالک قول بعض شعراء هذا العصر :-

ولقد رأیت الآدمی احسن خلقة ✽ من جنس هذا العالم المقرر

النار تقتل کل یوم بعضها ✽ والآدمی تقتل غیرها وتخندی

انسان ہی ہے جو فرشتوں سے بہتر ہے اگر اپنی قوتوں کو امن وسلامتی کا وسیلہ بنائے، اور انسان ہی جو سانپ کے زہر اور بھیڑیئے کے پنجے سے بھی زیادہ خونخوار ہے اگر راہ امن وسلامتی کو چھوڑ کر بہیمیت اور خونخواری پر اتر آئے۔

انا هدیناه السبیل اما شاکرا واما کفورا (٧٦-٣)

ہم نے انسان کو راہ عمل وترقی دکھلا دی ہے پھر یا تو ہماری ہدایت پر عمل کرنے والے ہیں یا انکار کرنے والے

الم نجعل له عینین، ولسانا وشفتین وهدیناه النجدین؟ (٩٠-٩)

پھر کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کیلئے دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ نہیں دیئے؟ بیشک ہم نے دیئے اور خیر وشر کی دونوں راہیں اسے دکھلا دیں۔

یہی انسانیت اعلیٰ اور ملکوتیت عظمیٰ ہے۔ جس کی تقویم و تکمیل کیلئے دین الٰہی اور شریعت فطری کا ظہور ہوا۔ اور یہی پیغام امن، رہنمائے صلح و صلاح، اور وسیلہ فوز و فلاح ہے جس کا دوسرا نام "اسلام" ہے۔ یعنی جنگ کی جگہ صلح، خون و ہلاکت کی جگہ عمران و حیات اور بربادی و خرابی کی جگہ سلامتی و امنیت ہے، وہ بتلاتا ہے اگر انسان اپنی قوہ ملکوتی اور فطرتِ صالحہ سے کام نہ لے، تو وہ بڑے ہی گھاٹے ٹوٹے میں ہے۔

والعصران الانسان لفی خسر — زمانہ اور اس کے حوادث گواہی دیتے ہیں کہ انسان بڑے
الا الذین اٰمنوا وعملوا — ہی گھاٹے ٹوٹے میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے
الصالحات وتواصوا بالحق و — اور جنہوں نے اعمال صالحہ اختیار کئے اور حق اور صبر کی باہم کر
تواصوا بالصبر (۱۰۳-۳) — وصیت کی۔

پھر اس سے بڑھ کر خسران و نقصان کیا ہوگا جس میں آج دنیا مبتلا ہے؟ وہ دنیا جس نے قوتوں کی صیقل کی، جس نے فطرت کے قوانین مستورہ کو بے نقاب کیا۔ جس نے عقل و ادراک کے خزانے کھلوا دے، جس نے ارتقائے فکر و علوے مدرکہ سے دنیا کو علم کا گھر اور دریافتوں اور تحقیقوں کی مملکت بنا دیا جو علم و مدنیت کے انتہائے عروج سے متوالی ہو گئی، جو قوتوں کے حصول کے نشے سے بدمست ہو کر معترانہ جھومنے لگی، جس نے کہا کہ انسان کے سوا کچھ نہیں اور جس نے اعلان کیا کہ مادہ کے اوپر کوئی نہیں۔ کیا آج اس کا یہ علم اعلیٰ، یہ مدنیت عظمیٰ، یہ ایجادوں کا ڈھیر، یہ مخترعات کا انبار، یہ بے شمار کتابوں کی جلدیں اور یہ لاتعداد لاتحصیٰ دماغوں کے افکارِ عالیہ و مدبرہ، ایک لمحہ، ایک دقیقہ کیلئے بھی اس ہولناک بربادی، اس خوفناک تصادم، اس وحشت انگیز خونخوری، اس خون کا سمندر بہانے والی، اور لاشوں کے جنگلوں کو پھیر

دینے والی جنگ کو روک سکتے ہیں ، اور نوع انسانی کو عالمگیر نقصان و ہلاکت سے بچا سکتے ہیں ؟ کیا قانون کشش ثقل جس پہ تنے علم کو ناز ہے ، اس سے بچا لیگا ؟ کیا قوت برقی کا کشف اسے روک دے گا ؟ کیا بھاپ اور اسٹیم کی ایجاد کچھ سفارش کر سکے گی اور انسان کو غمگینی سے بچا لیگی ؟ آہ ! یہ ایجادات خیرہ ، یہ مخترعات مدہشہ ، یہ معلومات منورہ جس میں مدنیت کو ناز اور علم انسانی کو غرہ ہے ، امن و سلامتی کی جگہ خود ہی ہلاکت و بربادی کا وسیلہ ، اور خون و آگ کی افزائش و تضاعف کا ذریعہ ہیں ۔ اگر پہلے دنیا کیلئے صرف کمان کا تیر اور تلوار کی دھار تھی ، تو آج تمدن کی بدولت ایک ایک سیکنڈ میں کئی کئی مرتبہ چھوٹنے والے ہلاکت بار گولے ، اور لمحوں اور منٹوں کے اندر شہر والا اور قلعوں کو مسمار کردینے والے آہن پوش جہاز ہیں ۔ پھر اے علم و مدنیہ کا شیطان کیا تو اس لئے آیا تھا کہ خدا کی آبادی کی ویرانی کو دوگنا اور اس کی ہلاکت کے آلات کو زیادہ مہلک اور لاعلاج بنا دے ؟ اور اے انسان کی غفلت اور اے اولاد آدم کی نادانی ! تو کب تک خدا سے لڑے گی ، اور کب تک اس کی زمین کے امن و راحت کو وہ کھوئے گی حالانکہ تمدن اور علم تجھے قوی بنا سکتا ہے پر نیک نہیں بنا سکتا ۔

یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن (۵۵-۲۷)

اے مجمع جن و انس ! اگر تمہاری طاقت میں ہے کہ زمین و آسمان کی سرحدات و ملکوت کے اندر سے اپنی راہ پیدا کرکے آگے کو نکل جاؤ ، تو ترقی کی اس انتہا کے لئے بھی کوشش کر دیکھو : مگر بغیر سلطان الٰہی کے کچھ نہ کر سکو گے اور یاد رکھو کہ وہ وقت تمہارے بس میں نہیں ہے ۔

رستخیز تصادم

اور دیکھو کیسی آگ ہے جو بھڑک اٹھی ہے۔ اور کس طرح تمدن کی حسین و جمیل آبادیاں آگ دھوئیں کی ہولناکی کے اندر ویران ہو رہی ہیں۔

یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران — تم پر آگ کا دھواں اور اس کی لپٹ چھا جائیگی اور تمہارے پاس انسانی قوت ایسی نہیں کہ اسکے ذریعہ اس ہلاکت کو رفع کر سکو۔

(۵۵-۳۵)

یہ دنیا کی متحدہ و فتح مند طاقتوں کی ٹکر ہے، اور اتنی بڑی انسانی درندوں کی لڑائی جتنے بڑے خونخوار سباع و بہائم آج تک کرۂ ارضی پر پیدا نہیں ہوئے دنیا نے ٹیٹس کے قصے سنے ہیں جس نے یروشلیم کو تباہ کر دیا۔ دنیا نے بخت نصر کو دیکھا ہے جو بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے بابل لے گیا، دنیا میں ایرانیوں کے قہر و استیلا کے افسانے سنے گئے ہیں، جنہوں نے بابل کو مسمار کر دیا تھا، اور رومیوں کے عہد تسلط و عروج کے ایسے ایسے فاتح خونریزوں کی روایتیں محفوظ رکھی گئی ہیں، جنہوں نے خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق کو بہت ستایا اور اس کی زمین پر بہت فساد کیا۔

وکذلک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیها لیمکروا فیها (۶-۱۲۳) — اور اسی طرح ہم نے ہر آبادی میں اس کے بڑے بڑے سرکش گنہگار پیدا کئے تاکہ وہ فتنہ و فساد پھیلائیں۔

لیکن خون بہانے کی ایسی شیطانی قوتیں، آگ برسانے کے ایسے جہنمی آلے، اور موت و ہلاکت پھیلانے کی ایسی شدید ابلیسیت تو کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی زمین کی پشت پر ہمیشہ درندوں نے بھٹ بنائے اور اژدہوں نے پھنکاریں ماریں، مگر نہ تو ایسی درندگی آج

تک کسی میں تھی جیسی موجودہ متمدن اقوام کی قوتوں کو حاصل ہے، اور نہ ابتک ایسا سانپ اور اژدہا پیدا ہوا، جیسے کہ ان لڑنے والوں میں سے ہر فریق کے پاس ڈسنے، نگلنے، اور چیرنے پھاڑنے کے لئے عجیب عجیب ہتھیار جمع ہیں۔ پھر اس اژدہے کو دیکھو جو جنوب منہ سے کھولے بڑھ رہا ہے۔ اس ہاتھی کو دیکھو جس کی مستک عزور طاقت سے جھوم رہی ہے۔ سلسمہ علی الخرطوم، اور جس کے دانت ہلاکت کے دو نیزوں کی طرح نکلے ہوئے ہیں۔ اس بھیڑیے کو دیکھو جو مشرق یورپ کے کھٹ سے چیختا ہوا اٹھا ہے، اور اس خوفناک چیتے کو دیکھو جو مارکس اور اڈیسوں کی سرزمین میں خون اور گوشت کے لئے پلا ہے! یہ کیسے مہیب ہیں؟ یہ کیسے خوفناک آلات سے مسلح ہیں؟ ان سب کا باہم ایک دوسرے پر گرنا اور چیرپھاڑ کا کرۂ ارضی کا کیسا ہولناک بھونچال ہوگا؟ ایسا بھونچال جو کبھی نہیں آیا، ایسا طوفان جو کبھی نہیں اٹھا، ایسی آتش فشانی جو کبھی بھی نہیں ہوئی اور خداوند کا ایسا غضب جو اب تک کبھی بھی زمین پر نہ ہوا:-

یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ، ابصارھا خاشعۃ یقولون ءانا لمردودون فی الحافرۃ ء اذا کنا عظاماً نخرۃ ۹ (۷۹ - ۱۰)

وہ ہولناک دن کہ جب زمین کانپ اٹھیگی جب ایک بھونچال کے بعد دوسرا بھونچال آئیگا جب انسان کے دل دھڑک اٹھیں گے اور جب الٹی ہوئی نظریں جھک جائیں گی اور کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں اس قدر ترقی کر گئے۔ اور آگے بڑھ گئے۔ پھر وحشت اور خرابی کی طرف) لوٹ جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں جب گل سڑ کر کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے، یقین کرو کہ ایسا ہونے والا ہے

الآیۃ الکبریٰ

اور دیکھو کہ قدرت الٰہی کی یہ کیسی ہولناک نشانی ہے جو ایام اللہیہ کی گذشتہ نشانیوں کو یاد دلاتی ہوئی، غفلت کی دنیا اور غرور انسانی کی بستی پر بجلی کی طرح چمکی ہے اور رب الافواج کہتا ہے۔ کہ میں اپنے ہاتھ کے جلال صولت اور جبروت انتقام کو نمایاں کروں گا یہ اس کی آواز کی ایسی گرج اور اس کے دست جلال کا ایسا عذب وار ہے جو ہزاروں برس کے عصیان و تمرد کے بعد ظاہر ہوتا ہے، اور اس بجلی کے مانند جو سرسبز کھیتوں پر گرتی، اور اس طوفان کی طرح جو یکایک زمین پر چڑھتا، اپنا کام پورا کر دیتا ہے یہ اس کا قانون ہے جو ہمیشہ سے ہے۔ اور کبھی اس میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ اس قانون نے انتقام و تبدل نے آبادیاں بدلیں، بستیاں اجاڑیں، عمارتیں منہدم کیں، قوموں کو ہلاک، مملکتوں کو ویران، اور بسے بسائے شہروں کو نابود اور نئی آبادیوں سے اپنی زمین کو معمور کر دیا!

وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ فحاسبناھا حسابا شدیدا وعذبناھا عذابا نکرا (۶۵ ۱۰۰)

اور کتنی آبادیاں تھیں جنہوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسول کی صداقتوں سے سرتابی کی اور عصیان و طغیان پر اتر آئے۔ تب ہم نے بڑی ہی سختی کے ساتھ ان کے کاموں کا حساب لیا اور بڑے ہی سخت عذاب میں گرفتار کیا۔

اور وہی قانون ہے جس کے اندر سے خدا کا دست قہار پھر چمکا ہے اور وہ اپنی زمین کے موجودہ مالکوں سے ان کے کاموں کا حساب لینا چاہتا ہے۔ جیسا کہ پچھلوں سے لیا گیا۔

الم نہلک الاولین ثم ۔ کیا ہم نے طغیان و عصیان کی پاداش میں اگلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا

سنتبعھم الآخرین کذلک نفعل بالمجرمین، ویل یومئذ للمکذبین (۷۷-۱۸)

پس اسی طرح ہم پچھلی قوموں کو بھی ان کی مانند عذاب میں مبتلا کرینگے یہ ہمارا قانون ہے کہ اپنے مجرموں کے ایسا ہی کیا کرتے ہیں پس اس دن اللہ کی سچائی کے جھٹلانے والوں پر افسوس!

متمدن قوموں کا غرور انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے، طاقتوں اور عجیب عجیب ترقیوں نے انہیں متوالا کر لیا ہے۔ ان کو حسب سنن الٰہیہ زمین کی حفاظت کا منصب دیا گیا لیکن انہوں نے قوت پا کر جنگ و فساد کی راہ اختیار کی، اور طغیان و عصیان سے ارض الٰہی کو بھر دیا، حتیٰ انت الارض من جور الظالمین، واستغاثت السماء من طغیان الله ضربین، وسمع رب العزۃ انین المظلومین و بکاء الباکین واوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظالمین۔

پس ضرور تھا کہ غرور و طغیان کے لئے کوئی حد ہوتی ہے۔ عجب نہیں کہ مہلت ختم ہو گئی ہو، اور کچھ اچنبھا نہیں اگر ارض الٰہی کے امن کے لئے، بندگان خدا کی راحت کیلئے اور کمزوروں کو سکھ کی نیند سلانے کیلئے ان کا خون انہی کے ہاتھوں بہایا جائے جنھوں نے دوسروں کا خون اپنے ہاتھوں بہایا۔ اور اس طرح عدالت الٰہی اُن قوتوں کا حساب لے جو صدیوں سے تمام دنیا کے اعمال کا حساب لے رہی ہیں:۔

نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین (۲۸-۵)

ہم نے ارادہ کیا کہ جو لوگ کمزور و ضعیف کئے گئے ان پر احسان کریں انہی کو سرداری اور برتری بخشیں اور انہیں ناتوانوں کو طاقتور انسانوں کا وارث بنائیں۔

یہ دنیا کا غرور طاقت ہے جو اب رنگ لایا ہے۔ یہ قوت اور سیادت ارضی کی وہ غذا ہے جو اس نے بڑی ہی حرص و طمع سے کھائی پر ہضم نہ ہو سکی، اور اب اسی کا فسلو

اس کی تندرستی کے لئے مہلک ثابت ہوا ہے۔

فذاقت وبال امرها۔ بالآخر ان کے اعمال کا وبال انکے آگے آیا اور وہ گو طاقت اور وکان عاقبۃ امرها خسرا (۶۵-۹) عظمت میں بہت بڑھ چکے تھے لیکن انجام کار گھاٹے ہی گھاٹا ہوا

ذٰلِکَ بما قدَّمتْ ایدیہم

یورپ کا تمدن اس کی طاقت، اس کا جنگی اقتدار، اس کے عجیب عجیب اسلحہ اور برباد کن ہولناکیاں، اس کے مہیب جہاز، اور کئی کروڑ تک پہنچ جانے والی متحدہ فوج ایسی قاہر و جابر تھی کہ ان کی تنبیہ کیلئے خود انہی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے سوا ہر قوت کو پامال کیا، اور اپنے سوا اور کچھ نہ رہنے دیا۔ پس کون تھا جو انکے مقابلے میں نکلتا اور دنیا میں کس کا ہاتھ اتنا قوی تھا جو انکے آہنی پنجوں پر پڑتا؟ وہ سب سے بڑے ہو گئے تھے، انکے لئے وہ لوگ کیا کام دے سکتے تھے۔ جو آج سب سے چھوٹے ہو گئے ہیں۔ انکے جہازوں کے مقابلہ کیلئے انکے جہازوں سے بڑھ کر جہاز چاہیئے تھے مگر وہ کہاں بنتے؟ انکی فوجوں کیلئے انکی توپوں سے زیادہ ہلاکت بار توپیں درکار تھیں۔ مگر وہ کہاں ڈھلتیں؟ پس جب زمین پر ان سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا جس کے اندر سے خدا کا ہاتھ ظاہر ہوتا تو دیکھو کہ حکمت الٰہی نے کس طرح خود انہی کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور اس کی یہ تدبیر کی کہ باہمی جنگ و قتال میں مبتلا ہو گئے۔ اب ان کا ہولناک تمدن جس کو ایک ہزار سال کے اندر انھوں نے تیار کیا تھا۔ انہیں کی تخریب میں کام آیا، اور انکی ہر ترقی اور ہر بڑائی خود انہی کیلئے وسیلۂ تعذیب ہو گئی۔ اگر ان کی توپوں سے بڑھ کر دوسروں کے پاس توپیں نہ تھیں، تو انہی کی توپوں کے گولے انکے لئے اڑنے لگے۔ اگر ان سے بڑھ کر جنگی جہاز دوسرو

کے پاس نہ تھے، تو وہی جہاز اُنکے مقابلے کیلئے سمندر میں تیرنے لگے۔ ہر پتھر جو انہوں نے اُٹھایا، خود انہی کے لئے اُڑا، اور ہر آلہ جو انہوں نے تیار کیا۔ وہ انہیں کیلئے خنجر بنا، انہوں نے بڑا سامان کیا تھا مگر خدا کا سامان سب سے بڑا ہے۔

انھم یکیدون کیدا واکید کیدا۔ یہ لوگ اپنا داؤ کر رہے تھے اور ہم اپنا داؤ کھیل رہے ہیں فمھل الکافرین امھلھم رویدا۔ پس کافروں کو مہلت دے، زیادہ نہیں، تھوڑی سی

(۱۲-۵۶)

یہ کون ہیں۔

یہ کون ہیں جو آپس میں خون اور ہلاکت کرنے کیلئے دوڑے ہیں؟ یہ وہ ہیں جنہیں "امن کے شہزادہ" نے ان کے اولین خطبہ کے وقت وعظ سنایا تھا جبکہ وہ گلیل اور یہودیہ اور یردن پہاڑ کی بھیڑ کو دیکھ کر کوہ زیتون پر چڑھ گیا اور اس نے اپنے شاگردوں کے لئے تعلیم دی:۔

مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، کیونکہ وہ آسودہ ہونگے، مبارک ہیں وہ جو دل کے حلیم ہیں، کیونکہ وہ زمین کو ورثہ میں پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے (متی ۵-۹)

پس یہ غریب ہیں، حلیم ہیں، رحمدل ہیں، زمین پر صلح اور امن کرانے کے لئے خداوند کے بیٹے ہیں، کیونکہ انہیں کہا گیا تھا:۔

تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ خون نہ کرنا، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا وہ سزا کے لائق ہوگا (متی ۵-۲۲) تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا

(۵-۲۳) تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنے پڑوسی کو پیار کرو اور اپنے دشمن سے عداوت رکھ، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے پیار کرو اور اپنے ستانے والوں کیلئے دعا مانگو تاکہ اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہراؤ" (۵-۴۴)

پس یہ ہے مقدس تعلیم کا آخری ظہور جو دنیا کے سامنے ہے، اور یہ ہے وہ پاک امانت جو شہزادہ امن نے اپنی نسل کو دی، تاکہ وہ آسمانی باپ کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ ان کو غربت کا، حلم کا، تحمل کا صلح و امنیت کا پیغام دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہودیوں کو خون کرنے سے روکا گیا، مگر ایک مسیحی اپنے بھائی پر غصہ بھی نہیں کریگا، وہ شریر کے مقابلہ سے بچے گا۔ اور دشمن تک کو پیار کریگا۔ مگر آج "مسیح" دنیا میں نہیں ہے جو دیکھے کہ خداوند کے بیٹے کہلانے والے کس طرح خداوند کی زمین کی سب سے بڑی خونریزی کیلئے اٹھے ہیں۔ اور خون بہانے کے ایسے ایسے ہتھیار انکے کاندھوں پر ہیں جو زمین نے آج تک نہ دیکھے تھے۔

آؤ، آج انکا وہ حال ہو گیا ہے۔ جسکی زبور میں خبر دی گئی جس کیلئے یسعیاہ نبی نے نبوت کی جس پر یرمیاہ نبی نے نوحہ پڑھا جس پر غلطی ایلی نے ماتم کیا اور جس کیلئے ملاکی نبی نے آخری آنسو بہائے یہ سب کچھ یہودیوں کیلئے اس سے زیادہ نہ تھا جتنا آج خود ان کے لئے ہو سکتا ہے، جو یہودیوں کو اس حالت سے چھڑانے آئے تھے۔

کوئی راستباز نہیں، ایک بھی نہیں۔ کوئی خدا کا طالب نہیں۔ ایک بھی نہیں، سب گمراہ ہیں، سب بیکار ہو گئے۔ کوئی بھلائی کرنے والا نہیں۔ ایک بھی نہیں انکا گلا کھلی ہوئی قبر ہے۔ ان کے ہونٹوں میں سانپوں کا زہر ہے۔ انکا منہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرا ہوا ہے۔ انکے قدم خون بہانے کیلئے تیز ہیں۔ انکی راہوں میں تباہی اور بدحالی ہے۔ وہ سلامتی اور ان کی راہوں سے واقف نہ ہوئے ان کی آنکھوں میں خدا کا خوف نہیں (زبور ۱۴ ایشعیاہ ۵۹-۶۰)

تاریخ ہند میں اولین بحری حملہ کا اقدام

ہے ایک حلق کا خون اشک خونفشاں پہ میسّر
سکھائی طرز اسے دامن اٹھا کے آنے کی!

فرانس کا مشہور انقلابی فیلسوف " روسو " کہتا ہے :۔
" انسانی اخلاق کی پیمائش کا اصلی پیمانہ جنگ کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی پیمائش ٹھیک بھی ہوتی ہے "

یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ جنگ کے زمانہ میں ہمارے سامنے دوست نہیں ہوتے جن کے لئے ہمارے ملکوتی خصائل میں حرکت ہوتی ہے۔ اور ہم فرشتوں اور قدسیوں کی طرح نیک اور مہربان بن جاتے ہیں، بلکہ دشمن ہوتے ہیں جن کے تصور میں غیظ و غضب اور ہیجان و انتقام کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اور غصہ کا شیطان ہمارے تمام ملکوتی امیال و عواطف کو یکسر قتل کر ڈالتا ہے اس وقت دنیا کے سامنے ہم بے پرواہ آ جاتے ہیں۔ اور وہ ٹھیک جانچ سکتی ہے کہ ہمارے چہرۂ اخلاق کے اصلی خال و خط کیا ہیں ؟۔

انسانیت کا اصلی مقام بھی ہے۔ دوستوں کے ساتھ جنگل کے درندے
بھی انصاف کر سکتے ہیں، لیکن دشمنوں کے ساتھ صرف انسانیت ہی عدل کرتی ہے۔
اگر ہمارا انصاف صرف دوستوں کے لئے ہے تو ہم اس کتے سے کچھ بھی افضل نہیں ہیں جو
روٹی کا ٹکڑا پھینکنے والے انسان کے قدموں پر لوٹتا مگر بلی پر ہمیشہ حملہ کرتا ہے۔ اسی لئے
مسیح نے کہا: اگر تم اپنے پیار کرنے والوں سے پیار کرتے ہو تو تمہارے لئے کیا اجر۔

اگرچہ بدقسمتی سے دنیا کا حال ہمیشہ اس تعلیم سے مختلف رہا ہے اور تاریخ
اور مشاہدہ بتلاتا ہے کہ انسان نے اخلاق کی تمام حقیقتوں کو ہمیشہ دوستوں ہی
کیلئے تسلیم کیا ہے نہ کہ سب کے لئے۔ تاہم دنیا میں ہمیشہ ایسے راستباز انسان بھی
رہے ہیں جنہوں نے تلواروں کے نیچے اپنے اخلاق وعدالت کا ثبوت دیا ہے اور
اپنے قاتلوں اور حریفوں کی خوبیوں کا دوستوں سے بڑھ کر خیر مقدم کیا ہے۔

کتنے واقعات تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں جن میں ایک شجاع انسان نے اپنے
دشمن کی شجاعت کی داد دی اور اس کی گری ہوئی تلوار خود اٹھا کر اس کے کمر میں
باندھ دی۔ عرب جاہلیت میں اس شخص سے بڑھ کر اور کوئی کمینہ اور سفیہ نہیں سمجھا
جاتا تھا جو اپنے دشمن کی شجاعت اور مردانگی کی داد دینے میں بخیل ہو۔ بالغرض شانِ
اسلام نے اس بارے میں اپنے سخت سے سخت دشمنوں کے ساتھ جیسا انصاف
کیا ہے اگر صرف ایک ہی عہد کے واقعات جمع کئے جائیں تو مستقل مقالات مرتب
ہو جائیں۔ ہندوستان میں راجپوتوں کی تاریخی شجاعت و مردانگی کیساتھ ان
کا یہ اخلاقی وصف بھی ہر عہد میں اس طرح نمایاں رہا ہے کہ آج سرزمین ہند
کے ایک ایک ذرے کو ان پر ناز ہے۔ قرون وسطیٰ میں فرانس اور جرمنی وغیرہ کے

نائٹس اپنے حریفوں کی شجاعت کی داد اس جوش و اعتراف کے ساتھ دیتے تھے کہ ان کا عزیز سے عزیز رفیق بھی اس سے زیادہ نہیں دے سکتا تھا!

یہ دنیا کے اس عہد کے واقعات ہیں جس کا شمار تاریخ نے گذری ہوئی وحشت و نادیکی میں کیا ہے اور جب کہ علم و تمدن کی اس روشنی سے انسان محروم تھا۔ جس کا پورا آفتاب آج ہر متمدن انسان کے دماغ میں درخشاں ہے لیکن اب کہ دنیا آگے بڑھ گئی ہے اور جب کہ علم و تمدن نے انسان کو اس کے انتہائی مراتب کمال تک پہنچا دیا ہے تو اس کا کیا حال ہے؟

ہم سردست اس کا جواب نہیں دیں گے۔ کیونکہ عالمگیر جنگ نے اس امتحان گاہ کا میدان ہر حصہ عالم میں گرم کر دیا ہے اور دنیا کی تمام بڑی سے بڑی اور متمدن سے متمدن قومیں جنگ کے بھڑکائے ہوئے شعلوں کی روشنی میں اپنے اپنے چہرۂ اخلاق و خصائل کو نمایاں کر رہی ہیں، پس کلیات کے استخراج کیلئے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ تاکہ جزئیات کا کافی ذخیرہ جمع ہو جائے۔ تاہم ہم خود کوشش کرینگے کہ اس اخلاقی حقیقت کو نہ بھولیں اور اسے سامنے رکھ کر اپنے سب سے زیادہ قریبی دشمن کے ساتھ انصاف کریں۔

جرمنی فرانس میں لڑ رہا ہے۔ آسٹریا اپنے یا ٹرک کے کنارے دشمن سے سرگرم پیکار ہے۔ روس گلیشیا کے اندر ایک ایک لاکھ انسانوں کو مچھلیوں کی طرح ایک ہی مرتبہ جال میں اکٹھا کر رہا ہے، مگر یہ سب ہم سے اسقدر دور ہیں کہ ہم انھیں آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے اور جو آنکھیں ہمیں دیکھنے کے لیے دی گئی ہیں۔ نہیں کہ وہ روشن نہیں ہیں۔ البتہ حسن اتفاق سے دشمن کا ایک چہرہ خود بخود ہمارے

سامنے آگیا ہے اور ہم اس قدر قریب ہے کہ ہم اپنے گھر کی چھت پر سے اس کا ایک ایک خال و خط کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب ایمڈن ہے جو ناگہاں ہندوستان کے سمندروں میں پہنچا اور ساحل کے بڑے بڑے شہروں کے سامنے نمودار ہوا۔ اب ہم تیس ہزار میل کے فاصلے سے دیکھنے کی چنداں احتیاج نہ رہی کیونکہ جس کو دیکھنا چاہتے تھے، وہ تمام درمیانی مسافت طے کر کے خود ہی ہمارے پاس آگیا ہے پس اب ہم دیکھیں گے اور خواہ وہ کوئی ہو اور کچھ ہی کر رہا ہو لیکن اس کے ساتھ انصاف کریں گے۔

تاریخ ہمیں یاد رکھے گی اور اس سے بڑھ کر اور کوئی ناکامی ہمارے لئے نہیں ہو سکتی کہ ہمیں شریف منصف کی جگہ متعصب، تنگ دل، اور بقیہ انصاف کشی کے لقب سے یاد کیا جائے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ ایمڈن ہماری جانب دوستوں کی طرح نہیں بلکہ دشمنی کے لئے آیا۔ اس نے جہاز ڈبو دیئے اگرلہ باری کی، جان اور مال دونوں کا نقصان پہنچایا۔ تاہم اخلاقی حقائق دوستی و دشمنی کی سطح سے بلند تر ہیں اور سچائی اور انصاف صرف دوستوں ہی کا حق نہیں ہے۔ اس نے دشمنی کرتے ہوئے بھی اپنی شرافت کی بہت سی یادگاریں ہمارے لئے چھوڑی ہیں اور جنگ کے عفریت کے استیلاء سے ہمیں بالکل پاگل نہ ہونا چاہیئے۔ اس نے سمندر کی موجوں کے اندر ہماری جانوں کو باوجود قدرت کے ہلاک نہیں کیا۔ ہم کم سے کم اتنا تو کریں کہ کائنات کے صفحات سے اس کے حق اخلاقی کو ہلاک نہ کریں اور جس طرح اس نے اپنے تئیں یاد رکھے جانے کے لئے چھوڑ دیا ہے، ہم بھی اپنے انصاف کو یادگار چھوڑیں!

اولین بحری حملہ

سب سے پہلے تو ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ نہایت کشادہ دلی کے ساتھ اس شخص کی جانفروشی اور شجاعت کا اعتراف کریں جس نے اس مہلک دلیری کے ساتھ اپنے تئیں ہندوستان کے سمندروں میں ڈال دیا ہے، حالانکہ ان کا کوئی گوشہ اس کا دوست نہیں ہے۔ وہ ایک وسیع مملکت ہے جس کے تمام ساحلی شہر باقاعدہ آبادی رکھتے ہیں، اور اس کی حکومت کا رعب وداب کوئی چھپا ہوا راز نہیں ہے۔ ایک ایسے ملک میں تنِ تنہا اپنی چند توپوں اور گولوں کو لے کر داخل ہونا اور چھپنے کی جگہ ہر موقعہ پر ظاہرانہ نمائش کرنا، انسانی دلیری اور اولوالعزمی کا ایک ایسا یادگار واقعہ ہے جو گو ہمارے دشمن ہی سے ہوا ہو مگر ہم ایسے انصاف کش نہیں ہو سکتے کہ اس کی عظمت سے انکار کر دیں۔

اسٹیفن لکھتا ہے کہ انسانوں کے بچانے اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنے میں ایمڈن نے جو شرافت برتی ہے، وہ ایسی ہے کہ اگر جنگ کا زمانہ نہ ہوتا تو ہم اس کے لیے دعا کر سکتے تھے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہندوستان پر دریا کی جانب سے اولین حریفانہ اقدام کے لئے تن تنہا بڑھ کر جو یادگار اثر ایمڈن نے دنیا پر ڈالا وہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر جنگ کا عہد نہ ہوتا تو ہم سب اس کی اولوالعزمی کی تعریف میں ترانہ سنجی کرتے!

ہندوستان کی جغرافیائی شکل اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس کے تینوں جانب سمندر ہے اور صرف ایک جانب یعنی جانب شمال پہاڑوں کے درّے

اور چند کوہستانی راستے ہیں جنھوں نے ہندوستان کو ایران اوسط ایشیا تبت اور چین وکاشغر تک سے ملا دیا ہے۔

دنیا کا پچھلا اور بحری نہ تھا۔ فوجی قوتیں صرف زمین کی سطح تک محدود تھیں۔ اس لئے ہندوستان کے بحری ساحل حملہ آوروں کی طرف سے ہمیشہ محفوظ رہے اور سکندر اعظم کے بعد سے احمد شاہ ابدالی تک جس قدر حملے ہوئے سب کے سب اسی شمالی دروازے سے ہوئے۔ ڈچ اور فرانسیسی اور آخر میں انگریزی جہاز اگرچہ دربار کے راستے آئے لیکن وہ فوجی حملہ نہ تھا بلکہ تاجروں اور سیاحوں کا ورود تھا اگرچہ بالآخر فوجی استیلا پر اس کا خاتمہ ہوا۔

پس تاریخ ہند میں وہ چند گولے جو خلیج بنگال اور ساحل مدراس پر پھینکے گئے، اس لحاظ سے نہایت ہی عجیب و غریب ہیں کہ ان میں بحری حملہ کا ایک ایسا اقدام پایا جاتا ہے جو بر اعظم ہند میں کبھی بھی نہیں ہوا۔ مدراس کے بچیس گولوں نے "اولین بحری حملے" کی جگہ اپنے لئے تاریخ کے اوراق میں نکال لی ہے۔

گذشتہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمڈن جرمنی کے مشرقی بیڑہ کا کروزر ہے اور چین میں تھا، گذشتہ ۶ ستمبر کو اس کے ڈوبنے کی بھی خبر دی گئی تھی۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں کہ اس عجیب و غریب بحری اقدام کا خط سفر متعین کر سکیں فرض کیجئے کہ وہ بحر پاسفک کے لق و دق صحرائے آبی میں گم ہو گیا تھا۔ اور اب وہ ہندوستان کی طرف قدم زن ہوا ہے۔ اسی صورت میں وہ غالباً جزائر فلپائن سے ہوتے ہوئے جنوبی بحر چین میں آیا ہو گا۔ اور ان کو چین وغیرہ قریبی چینی سواحل کے محاذ سے گذر کر خلیج سیام کے دہانے پر پہنچا ہو گا۔ اب اس کے سامنے مشرقی ہند

کے جزائر ہوں گے جن میں بڑا شہر سنگاپور ہے۔ اور وہیں جاپانی ڈچ مقبوضات وغیرہ ہوں گے۔ وہ حسب ضرورت ان مقامات پر ٹھہرا ہوگا اور اگر کوئلہ وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہوگی تو کسی بندرگاہ سے لیا ہوگا۔ پھر وہ آگے بڑھا، اور سنگاپور سے اس بحری شاخ میں داخل ہوا جس کی ایک جانب پینانگ اور دوسری جانب سوماٹرا ہے۔ اور اس سے نکلتے ہی بحر ہند میں نمودار ہو گیا۔

اب اس کی دہنی جانب رنگون و برما، اور نقشہ ہند کا وہ مشرقی حصہ تھا جو قینچی کی دو شاخوں کی طرح دونوں جانب چلا گیا ہے اور درمیان کا خلا، خلیج بنگال ہے اگر وہ بائیں جانب جاتا تو مدراس اور اس سے شمال تر کولمبو تھا، مگر وہ کلکتہ کی طرف بڑھا اور معاً اپنی توپوں کا دہانہ کھول کر سامنے آجانے والے لوگر ضا دکر نا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ دہانہ دریائے ہوگلی کے سامنے پہنچ گیا، جس کے معنی ٹھیک کلکتہ میں آجانے کے تھے۔ کیونکہ بحری پولیس، خبر رسانی، رہنمائی، اور فوجی جہازوں کی قطاریں ہمیشہ وہاں موجود رہتی ہیں۔

اس کے بعد وہ رنگون کی طرف روانہ ہوا مگر راہ میں ارادہ بدل دیا اور بائیں جانب مدراس چلا گیا۔ وہاں گولہ باری کی اور پھر کولمبو کو بائیں چھوڑتے ہوئے پانڈیچری کے سامنے نمودار ہوا۔

یہ معلوم نہیں کہ اگر وہ پاسفک میں تھا تو اس کے کس حصے میں اس کا حساب لیا گیا ہوا؟ اس لئے مقدار مسافت کا یقین مشکل ہے۔ تاہم فی الجملہ شمار کیا جاسکتا ہے۔ سیلا سے پینانگ تک ۱۷۰۰ میل ہے۔ پینانگ سے پوری (جیسے جگناتھ مندر کے مینارے گرفتاران ایمڈن کے دیکھے تھے) ٹھیک ۱۰۰۰ میل ہے۔

پس ملیں پائن سے وسط خلیج بنگال تک دو ہزار سات سو میل کی بحری مسافت اس بحری حملہ میں طے کی گئی۔ جزیرہ شرقیہ سے اندرون بحر چین تک مسافت اسکے علاوہ ہے۔

اب غور کیجیے کہ ان ترتیبات سے کیا نتائج سامنے آتے ہیں؟

(۱) چین میں جاپانی قوت بحری دنیا کی ایک بہت بڑی مسلمہ قوت ہے کیا جا کے ابد ہی برٹش جاپانا کے مقبوضات اور ہند سینگ۔ کانگ سے تاہم ایمڈن محفوظ رہا۔

(۲) تاریخ ہند میں بحری حملے کے نظائر ناپید ہیں۔ مگر ایمڈن نے سب سے پہلے اس کے بحری خطوط کی طرف حملہ آورانہ توجہ کی حالانکہ جب تصریحات دیمپ) وہ تن تنہا ہے۔ تیسرے روز کا کروز ہے محض ۱۰۴ کی توپیں رکھتا ہے اور ہندوستان کے استحکامات صد رسالہ کا غلغلہ و طنطنہ تمام عالم میں بلند ہو چکا ہے تاہم اس کی دلیری کا ہیجان مصالح پر غالب آیا!

(۳) جزایر فیلیپائن پر امریکن حکومت ہے۔ کیا وہ اس کے ساحلوں پر نمودار ہوا تھا؟

(۴) سنگاپور انگریزی حکومت میں ہے ظن غالب ہے کہ ایمڈن کی خبر مل گئی ہو گی، لیکن مسیح کروز خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو ہندوستانی ساحلوں میں ہر جگہ اعلان ہے اگرچہ بحر شمال میں نہ ہو۔

(۵) جاوا وغیرہ ڈچ حکومت کے ماتحت ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ جرمن جہازوں کے ساتھ تسامح اور درگذر کرتے ہوں؟ وہاں کے ساحلوں سے اسے ضروری مطلوبات بھی ملی ہوں گی۔

(۶) بحر چین سے داخلی ہند صرف ڈھائی ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ جسے جنگی جہاز بآسانی ایک ہفتہ کے اندر طے کر لے سکتا ہے۔ اور جاپان اب تک کیا چرا ہر قابض نہ ہو سکا۔

(۷) ایمڈن کا کپتان حیرت انگیز جرأت و شجاعت دلیری و جانفروشی، بے باکی و بے جگری کے علاوہ ہندوستان کے بحر و بر کے متعلق کیسی صحیح کیسی باریک کیسی بچی تلی اور کیسی بے خطا معلومات رکھتا ہے؟ بے تار کی خبر رسائی کے اسٹیشنوں پر اس نے نظر رکھی۔ بحری خطوط کے ساحلوں سے ہوشیار رہا۔ رنگون نہیں گیا کیونکہ وہاں خطرات تھے۔ مدراس گیا جہاں کوئی خطرہ نہیں۔ وہ اپنے تمام کام ایسے لوگوں کی طرح انجام دینا رہتا ہے جنھیں گویا ہندوستان کا تمام حال معلوم ہے۔

حدیث الجنود

دو معرکے

جو جنگ دنیا کے نصف حصے میں قتل و غارت کا سب سے بڑا دور ارضی تمثیل کر رہی ہے، اس کے میدانوں سے باہر بھی قوتوں کے تصادم اور طاقتوں کے کشاکش کا ایک معرکہ تقابل و تسابق بپا ہے۔ یہ حقیقت اور تصنع کا ایک عظیم الشان مقابلہ ہے جو شاید سلطانِ حقائق اور انسانی وساوس و خدع کی سب سے بڑی اور سب سے وسیع جنگ کا فیصلہ کریگا۔ پہلی جنگ اگر اپنے رقبہ کی

وسعت، اپنے سامانوں کی ہیبت، اور اپنے نتائج و اطراف کی دہشت میں دنیا کا سب سے بڑا حادثہ ہے، تو یہ جنگ بھی حقیقت کے قہر و استیلا، انسانی خدع و حیل کے انتہائی جد و جہد اور آلات و اسلحہ تصنع و سائنس کی نئی نئی نمائشوں کا تاریخ عالم میں سب سے بڑا واقعہ ہوگی!

پہلی جنگ کے اعلان کے ساتھ ہی اس جنگ کا بھی اعلان ہو گیا اور جس طرح بلجیم اور پولینڈ کے میدانوں میں اس کے میدان گرم ہوئے، ٹھیک اسی طرح اس جنگ کے معرکوں نے بھی جلد جلد اپنے نقشے بدلے۔ لیژ اور نامور کی دیواروں پر جس وقت تیس تیس من کے قلعہ پاش گولے، پھینکے جا رہے تھے، اس وقت ان لوگوں سے بھی یعنی زیادہ وزنی مصنوعات نے حقیقت کی ناممکن التسخیر دیواروں کو اپنا نشانہ بنا لیا تھا "قیصر" اور "راز" کے دعوؤں کی اس ادعاء غرور کے آگے کچھ حقیقت نہیں ہے۔ جنہوں نے اس دوسرے میدان جنگ میں قوت حقائق و واقعیت کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے

لیکن اس میدان جنگ کے حریف کی قوتیں دوسری قسم کی ہیں، اور یہ وہ تجربہ ہے جو یکساں نتائج کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ کیا جا چکا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سب سے بڑا تجربہ ہو اور اس کی وسعت عدیم النظیر ثابت ہو۔ تاہم نتیجہ وہی نکلے گا جو ہمیشہ نکل چکا ہے۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔

حقیقت کی طاقت قیصر اور دول متحدہ کی طاقت سے زیادہ محکم ہے اس کی دیواروں کے ڈھانے کے لئے کوئی توپ نہیں ڈھالی جا سکتی!

بالآخر دونوں جنگوں کے حریف افگن نتائج ایک ہی وقت میں ظاہر ہوئے اور ایک طرف اسٹوروپ کے مشہور عالم استحکامات کی تسخیر کا اعلان ہوا۔ دوسری

طرف سے سلطان حقیقت نے بھی اپنے منشاء اور ناممکن التبدیل قہر و تسلط کا آخری فیصلہ کر دیا :- ولتعلمن نباہٗ بعد حین (۳۸-۳۸)

بیمار امید

انٹورپ کی تسخیر موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم واقعہ ہے جنگ کے شمالی میدان کی یہ آخری امید تھی اور چونکہ آخری تھی اس لئے بہت عزیز و قیمتی تھی۔ مفلس کے جیب کے لئے ایک کھوٹا سکہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے، اور دیوالیہ جب گر جاتی ہے تو اس کی ایک فانم ڈتا ہیٹ اینٹ بھی بہت ہوتی ہے بدنصیب بلجیم کے لئے انٹورپ کا بقیۃ السیف گوشہ ایک یورپی اقلیم کا حکمرانی سے بھی بڑھ کر قیمتی تھا لیکن افسوس کہ واقعات کی قوت اٹل ہے اور اس آخری بیمار امید کی عمر بھی لیژ سے بھی کم نکلی۔ جس مدفن آمال میں لیژ اور نامور کی برجیاں دفن کی جا چکی ہیں، وہاں انٹورپ کو بھی سپرد خاک کر دینا پڑا :-

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد!

نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین

فریب امید

کسی دوسری جگہ ہم نے سقوط انٹورپ کے تمام حالات یکجا کر دیئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوگا کہ لیژ اور نامور سے کہیں زیادہ ادعائی امیدوں کا انٹورپ کے گرد ہجوم تھا۔ بلجیم نے جب برسلز سے اپنا دار الحکومت منتقل کیا تو ماہرین جنگ کی نہایت

طویل طویل رائیں ہم تک پہنچائی گئیں اور یقین دلایا گیا کہ یہ سب سے بڑی بلجیمی مصلحت تھی جو عمل میں لائی گئی ہے اور جرمنی کی تمام توپیں انٹورپ کے سامنے بیکار ثابت ہونگی۔ ڈیلی میل، مورننگ پوسٹ، ڈیلی کرانیکل، لندن ٹائمس اور نیز پیرس کے مشہور اخبارات فیگارو وغیرہ، سب اس پر متفق تھے کہ پیرس کے استحکامات کے بعد دنیا میں سب سے بڑا مستحکم مقام انٹورپ ہے، اور ہمیشہ یقین کیا گیا ہے کہ بلجیم کا حملہ آور خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو لیکن یہاں پہنچکر اپنی نامرادیوں سے سر ٹکرائیگا۔

ماہرین جنگ نے اس کے جو وجوہ بیان کیے تھے، ان میں اہم اور حسب ذیل تھے۔

(۱) ۱۹۰۸ء میں جو نئے استحکامات یہاں بنائے گئے ہیں۔ انکی نسبت عام اتفاق ہے کہ ناقابل تسخیر ہیں۔

(۲) انٹورپ اور اس کے اطراف میں بیس سے زیادہ قلعے ہیں اور ان کے مثلث دوائر اور قلعے اس ترتیب سے قائم کیے گئے ہیں کہ کسی طرف سے بھی حملہ آور کو اندر کی باٹریوں سے بچ کر آگے بڑھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ اس لئے تسخیر بجائے خود رہی، دشمن اس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

(۳) قلعہ بند علاقہ ۶۰ میل سے زیادہ کا ہے۔ فولادی گنبدوں میں اعلیٰ ترین قسم کی زود کار توپیں نصب ہیں، اندرون شہر کی تمام سڑکیں انکی زد پر ہیں خندقیں وسیع اور گہری ہیں۔ میدانی توپیں بکثرت ہر جانب نصب کی گئی ہیں۔

(۴) نواح انٹورپ کی قدرتی حالت بھی ایسی ہے جس پر عالمیسم نا ممکن نہیں۔ ایک جانب دریا ہے جو شہر کے اندر چلا گیا ہے اور تینوں جانب پانی کے ایسے عریض حلقے بنے ہوتے ہیں جو چند لمحوں کے اندر بھر دئیے جا سکتے ہیں

(۵) اگر محاصرہ کیا جائے تو یہ بالکل بے سود ہوگا اس کے شمال و مغرب ڈچ سرحد ہے جو غیر جانبدار ہے۔ ساحلی مقام ہونے کی وجہ سے وہ سمندر کی جانب سے بیرونی آمد رفت جاری رکھ سکتا ہے اور انگلستان سے اس کو ہمیشہ مدد ملتی رہے گی جو بالکل اس کے سامنے ہے۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ سمندر کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جب تک انگلستان بحر شمال اور نہر ڈور پر مسلط ہے، انٹورپ اور نیز بلجیم کے تمام ساحلی مقامات کو جرمنی کسی طرح بھی مسخر نہیں کر سکتی۔ اگر وہ محاصرہ کرلے، جب بھی رسد اور سامان جنگ برابر دریا کی جانب سے پہنچتا رہے گا۔

یہ اسباب ستہ جس درجہ مؤثر، قدرتی، ناقابل انکار، اور شاندار و قوی تھے، ان کی نسبت کچھ کہنا فضول ہے۔ لیژ اور نامور استحکامات کے غلغلے اور ان کے عاجلانہ نتائج اگرچہ دنیا کے پیش نظر تھے، تاہم یہ ساٹھ میل کا مستحکم حلقہ یہ تمام ماہرین جنگ کا اجتماع عظیم، یہ لاعلاج پانی کے بند، یہ ساحلی دروازے کی ہیبت، اور ان سب سے بڑھ کر بحر شمالی کی حکمرانی اور برطانی اعانت کا فتح باب ایسی دلیلیں نہ تھیں جو بالکل بے اثر رہتیں۔ تاہم جب حوادث نے ورق الٹا اور حقیقت بے نقاب ہوئی تو دنیا نے امید باطل اور فریب آرزو کا ایک نیا تجربہ اپنے سامنے پایا۔ اور طاقت کے دیوتا نے بڑھ کر کہا کہ اس کی جادو کی چھڑی کے آگے استحکام کا لفظ بے معنی، قلعہ کی حقیقت وہم اور تمام دنیا کے ماہرین جنگ کا ایمان و عتقاد نقش غلط و سودائے خام ہے!

اذا جاء موسیٰ والقی العصا فقد بطل السحر والساحر

استحکامات کی حقیقت آفتاب کے دو طلوع و غروب کے اندر نہیں بدلی جاسکتی ساٹھ میل تک پھیلے ہوئے قلعے اور آہنی گنبدوں کے توپخانے تیلیوں کے ڈھانچے اور روئی کے گالے نہیں بنجاسکتے، بحر شمال کا وہ پر پیچ آبی خطہ خشک نہیں ہو گیا ہے جس سے نکل کر دریائی لہریں انٹورپ کی نگاہوں سے ٹکراتی رہتی ہیں اور جس کا پانی بہہ کر اسکے تمام طویل و عرض کو ایک خطۂ آب بنا دیسکتا ہے۔ پھر انگلستان کی حکومت اس تمام عرض پر پھیلی ہوئی ہے جو ساحل بلجیم اور ساحل ڈوور کے درمیان واقع ہے اور ہر طرح کی اعانتوں کے حاصل کرنے کے لئے انٹورپ کے دروازے بدستور کھلے ہوئے ہیں۔

تاہم دنیا کی جنگی طاقتوں کی تاریخ کے کیسے عجیب و غریب عہد سے ہم گذر رہے ہیں جبکہ باایں ہمہ جاہ و جلال، طاقت و جبروت، و باایں ہمہ اسباب و وسائل دفاع و استحکام بالآخر انٹورپ ایسا مسخر ہو گیا جس طرح جرمنی کے خط جنگ کی ہر روک مسخر ہوئی اور بلجیم کا یہ آخری نقشۂ امید بھی اسی طرح چاک چاک کر دیا گیا جس طرح بے شمار نقشے اس سے پہلے پرزے پرزے ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ یقین و اذعان کے اس بستر یاس کو زیادہ سے زیادہ آرزو و حسرت کی پانچ تاریک راتیں ہی نصیب ہوئیں۔

فن جنگ کا نیا دور

ہم نے تسخیر انٹورپ کے تذکرہ میں اس نقطہ کو زیادہ نمایاں کیا ہے کہ اسکے استحکامات کی تمام حقیقتیں بدستور قائم ہیں لیکن امید کا نقشہ منقلب ہو چکا ہے یہ پہلو اسی لئے زیادہ وضاحت کا محتاج تھا کہ انٹورپ کی تسخیر کے بعد سے اعتراف

تسلیم کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور یہ خصوصیات ہر طرح اس کی مستحق ہے کہ تاریخ جنگ میں اسے نمایاں جگہ دی جائے۔ اب تک جرمنی کی راہ کی ہر روک اپنی مضبوطی اور استحکام کے لحاظ سے ایک ناقابل فہم سرعت کے ساتھ منقلب ہوتی رہی ہے اور بد قسمتی سے سرزمین و قلاع کی طرح "ماہرین جنگ" کا مذہب بھی مغرور حریف کی تلوار کا اس طرح تابع رہا ہے کہ اس کی ہر حرکت پر اس کے اصول و قواعد بدلتے رہتے ہیں۔ لیژ جب تک فتح نہیں ہوا تھا اس وقت تک وہ دنیا کا سب سے زیادہ مستحکم مقام تھا اوقیانوس کی موجیں اور ہمالیہ کی چوٹیاں بھی اسکے استحکام کے آگے ہیچ تھیں۔ اسکا عجیب الصنعت دائرہ استحکام، اس کے گرد بنے ہوئے عجیب و غریب قلعے، اس کی سرزمین کے قدرتی مواقع، اس کی عالم اعتراف و ناقابل تسخیر عظمت ایک مسلم حقیقت تھی، جس کو دو اور دو چار کی طرح ہر "ماہر جنگ" تسلیم کرنا قبول اتھا۔

لیکن جونہی حملہ آوروں کی فوجیں اس کی منہدم دیواروں سے گذریں یکایک فن جنگ کے حقائق میں ایک انقلاب عام واقع ہوا اور جو قلعے چند دن پیشتر تک تمام دنیا کو اپنی آزمائش کا چیلنج دے رہے تھے، اور جن سے بڑھ کر اصول و قواعد حرب و دفاع کا اور کوئی نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب اصول و قواعد ہی کی بنا پر بالکل فرسودہ، ناقابل اعتماد بے قاعدہ بے اصول اور ایک بدتر سے بدتر فوج کے ہاتھوں بھی با سانی تسخیر ہو جانے والی دیواریں بن گئے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست!

اب انکشاف ہوا کہ لیژ کے قلعے قدیم طرز پر تعمیر ہوئے تھے اور اسی لیے اُن کا

مسخر ہونا کوئی ایسی بات نہیں جو چنداں لائق التفات ہو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اس کے قلعوں کا باہمی فاصلہ بہت کم تھا، اور ایسی حالت میں وہ ساقط ہو جاتا تو اور کیا ہوتا؟ تقریباً ایسے ہی انقلابات و انکشافات سر لیہ نامور کے اکثر قلعوں کے متعلق بھی ہوئے اور ارجنگ او مصالح حرب کی بخشش اسی عہد میں جرمنی کی توپوں سے بھی زیادہ عجیب و غریب رہی ہے۔

لیکن غنیمت ہے کہ اب انکشافات "فن جنگ" کے تلاطم و تموج کسی قدر مبدل بسکون ہو گئے" اور معلوم ہوتا ہے کہ گو جرمنی کی جنگی بیقراریوں کے پاؤں نہ تھمیں لیکن انگلستان و فرانس کے "ماہرین جنگ" کے اعتقادات کو کسی قدر ثبات و استقرار نصیب ہو جائے گا۔ چنانچہ موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے پہلے "انٹورپ" کے قلعوں کو یہ تاریخی فخر نصیب ہوا ہے کہ ان کی برگشتہ قسمتی کی طرح فن جنگ نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا اور ان کے استحکامات میں بظاہر اب تک لیژ و نامور کے استحکامات کی طرح کوئی نئی خرابی اور خامی بعد از تسخیر ثابت نہیں ہوتی ہے۔ وہ مسخر ہو چکے ہیں لیکن ایک ان کی مضبوطی اور حفاظت کی حقیقتیں بدستور قائم ہیں اور ان کی خامیوں اور نقصوں کی مرثیہ خوانی کی جگہ حملہ آوروں کی طاقت کا اعتراف کر کے حقیقت اور واقعیت پر پہلی مرتبہ لطف و احسان کیا گیا ہے۔

پہلے جو قوت تحقیق و تدقیق بدبخت مسخر شدہ قلعوں کے نقصوں کی دریافت میں صرف ہوتی تھی، الحمد للہ کہ اب اس کا کچھ حصہ جرمنی کی عجیب و غریب توپوں کے متعلق ایک نئے انکشاف میں صرف کیا گیا ہے' اور معلوم ہوا ہے کہ یہ ساری کرشمہ سازی جرمنی کی نہیں بلکہ اس کی قلعہ پاش توپوں کی ہے' جن کا قطر ۴۲ سنٹی میٹر کا ہے اور جنھیں گو سے تیس نمبر کے

وزنی ہوتے ہیں؟

مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود!

بحری مہم

انگریزی اعانت کے بھیجے جانے کی جو خبر دی گئی ہے جو انٹورپ پہنچی اور تمام مایوس باشندوں نے اس کی بدولت دو راتیں امید و مسرت میں بسر کیں جب فوج راستوں سے گذری تو لوگوں نے نہایت جوش سے استقبال کیا اور گرجوں میں حمد و شکر کے ترانے گائے گئے گو اس قیمتی اعانت سے بد نصیب بلجیم کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور بعض مخالف اتفاقات کی وجہ سے برطانوی شجاعت کو اپنے ان فوجی مناقب و عسکری فضائل کی کافی مہلت نہ ملی جو فرانس کے میدانوں میں بارہا ظاہر ہو چکے ہیں تاہم اس نے نہایت عقلمندی کے ساتھ اپنے ایک بڑے حصہ کو ہلاکت سے بچایا اور مغرورین انٹورپ کے ٹھیک ہم قدم ہو الینڈ اور داسٹینڈ پہنچ گئی!

مورننگ پوسٹ کے نامہ نگار نے خاص طور پر اس عمدہ اثر کا نقشہ کھینچا ہے جو انگریزی فوج کے انٹورپ پہنچنے سے اہل بلجیم پر پڑا مسٹر چرچل (خداوند بحریات برطانیہ) انگریزی فوج کے کارناموں پر "مبارکباد" دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "ہماری بحری فوج نے دشمن کے توپخانوں کی شعلہ باری میں قابل تعریف جرأت کے ساتھ اپنے تئیں ڈال دیا اور یہ صرف انہی کے قدوم میمنت لزوم کا نتیجہ ہے کہ انٹورپ ساٹھ ہزار دشمنوں کے مقابلے میں ۵ دن تک مدافعت کرتا رہا"

باقی رہا اس کا واپس چلا آنا تو یہ کچھ اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ دشمن کے حملوں کی

وہ تاب نہ لا سکی بلکہ عام جنگی مصلحت اسی کی مقتضی تھی۔"

یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ انگریزی فوج کے عمدہ اثر اہالیان انٹورپ کی تباہی اور مسرت اور قابل تعریف عمل آتش کو یہ حقیقت کچھ بھی صدمہ نہیں پہنچا سکی کہ انٹورپ کی بدنصیبیوں میں اس نمائش جاہ و جلال سے کچھ بھی تغیر نہ ہوا اول تو ایک مایوس جماعت کو دو چار دن تک امید و نشاط سے آشنا کر دینا ہی کیا کم بات ہے؟ پھر ایک ایسے بے پناہ حریف کے مقابلے میں جا کر بقیہ السیف حصے کا باحفاظت واپس چلا آنا بجائے خود مستحق ہزار تبریک و تہنیت ہے۔

حول سقوط انٹورپ

انٹورپ کی تسخیر کے بعد جرمنی کا کام بلجیم میں ختم ہو گیا اب جنگ کا ایک نیا صفحہ الٹتا ہے۔

انٹورپ کی سب سے بڑی اہمیت اس کے ساحل کا موقعہ ہے۔ نقشہ کے دیکھنے سے واضح ہو گا کہ بحر شمالی کی جو شاخ بلجیم و برطانیہ کے درمیان ہو کر گزری ہے اس میں ہوالینڈ کے کنارے ایک عجیب طرح کے چھوٹے چھوٹے بالمقابل و متوازی جزیرے پیدا ہو گئے ہیں اور ان کا ایک وسیع گوشہ بحر شمال کے دہنے ساحل میں خود بخود طیار ہو گیا ہے۔ ہوالینڈ کی سرحد میں یہ حصہ داخل ہے اور یہاں سے ایک دریائی خط نکل کے انٹورپ کے اندر چلا گیا ہے اس گوشہ کی وجہ سے ہر وہ مقام نہایت قیمتی ہو گیا ہے جو اس سے قریب واقع ہو یہ ایک ایسا محفوظ مقام ہے کہ جو حکومت یہاں قابض ہو گی وہ تمام بحر شمالی کی جنگی طاقتوں کو

ایک کونے میں بیٹھے ہوئے بے اثر کردے گی یہ چھوٹے چھوٹے دریائی خطوط جو نظر آ رہے ہیں ان کے اندر ایک توپ بھی نصب کر دی جائے تو وہ باہر کی طرف بحر شمال کا راستہ روک دے گی۔

پس انٹورپ جرمنی کے خط جنگ کا سب سے بڑا اہم مقام تھا اور اب وہ اس پر قابض ہو گیا ہے اسے ایک طرف تو بلجیم میں ایک ایسی مستحکم جگہ مل گئی ہے جسے اپنی بڑی بڑی جرمن توپیں چڑھا کر وہ ناممکن التسخیر بنا دیگا۔ دوسری طرف ساحل برطانیہ کا رخ بھی اس کے قبضے میں آ گیا ہے اور اب اس جانب سے میدان جنگ میں کسی مدد کے پہنچنے کا بالکل خدشہ نہیں رہا۔

انٹورپ سے ۳۰۰ میل کے فاصلہ پر گھنٹ اور گھنٹ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر اوسٹنڈ تھا جو بلجیم میں جزیرہ برطانیہ کے بالکل مقابل اور سب سے زیادہ قریب مقام ہے۔ اس کی ساری اہمیت انگلستان کی بحری اعانت کے بندرگاہ ہونے کی وجہ سے تھی آج صبح کی خبروں میں اوسٹنڈ کے بھی تقریباً لے لینے کی خبر آ چکی ہے اور شاہ بلجیم جو انٹورپ سے بھاگ کر بلجیم آیا تھا اب فرانس چلا گیا ہے۔

اوسٹنڈ کے نیچے سرحد فرانس میں کیلے ہے اور برطانیہ کے سامنے کا سب سے زیادہ قریب تر ساحلی مقام وہی ہے عنقریب جرمنی اس پر بھی قبضہ کریگا اور اس طرح جنگ کا وہ باب جس کا تعلق تسخیر بلجیم اور ساحل انگلش چینل سے تھا بالکل ختم ہو جائے گا۔

بعض حقائق جنگ

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل حقیقتیں بالکل صاف اور غیر مشتبہ صورت میں سامنے آ گئی ہیں

(۱) جنگ کے حقائق کا مطلع اب صاف ہے اور حقیقت اس درجہ آشکارا ہو گئی ہے کہ اس سے انکار کرنے یا اسے مشکوک کرنے کی بالکل گنجائش نہیں رہی۔

(۲) جرمنی تمام خاک بلجیم پر قابض ہے۔ فرانس میں پیرس کے اطراف تک اس نے اپنے دہنے دستے کو پھیلا کر بلجیم کی پوری مملکت اور فرانس کے تمام سرحدی خط کو حریفوں سے خالی کرا لیا اور نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے پیش نظر استحکامات اور فوجی مرکز قائم کر لیے اس نے بڑی بڑی خندقیں مشینوں کے ذریعے اطمینان سے ایسی حالت میں کھود دیں کہ دشمن کی ایک گولی بھی اس میں حارج نہ تھی اپنا ان تمام کاموں سے جب وہ فارغ ہو گیا تو آگے بڑھی ہوئی فوج ایک قرارداد ترتیب کیساتھ واپس چلی آئی اور اب اپنے مرکزوں میں مضبوطی کے ساتھ جم گئی ہے۔

(۳) افواج متحدہ نے اول روز ہی یہ غلطی کی کہ سرحد فرانس کو عبور کر کے جرمنی کو روکنا چاہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ہی مقابلہ میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور پھر خط پیرس کے ادھر تک نہ رک سکے تا آنکہ جرمنی نے خود جگہ خالی کر دی۔

(۴) جرمنی کی فوجی طاقت آلات و اسلحہ جات طریقہ ہجوم و مقامات اور عام انتظامات اور ہر طرح کے سامان کے متعلق خام خیالات اور اوہام پھیلائے گئے تھے ان کا اگر دسواں حصہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ میدان جنگ کے تمام واقعات سے یک قلم انکار کر دیا جائے اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہو چکی ہے کہ جرمنی کی تعجب خیز قوتوں اور سامانوں کے متعلق جو معلومات دنیا برسوں سے رکھتی آئی ہے وہ اسی طرح اب بھی صحیح ہیں جس طرح جنگ سے پہلے تھے۔

(۵) جرمنی نے تمام بلجیم پر قبضہ کر لیا فرانس میں پیرس تک چلی گئی روس کے اندر

روسی فوج کے ساتھ لڑ رہی ہے اور میلوں اس کے حدود کے اندر ہے اس کی تمام افریقی نو آبادیاں اب تک بالکلیہ مسخر نہ ہوئیں اور کیا چو کو جاپان جیسی عظیم الشان بحری طاقت دو مہینہ میں بھی نہ لے سکی۔

اس کے مقابلہ میں جرمن حدود کا ایک چپہ بھی اب تک اسکے حریفوں کے تصرف میں نہیں آیا ہے اور بقول اسٹیٹسمین کے بہر حال اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جس قدر بھی لڑائیاں ہو رہی ہیں وہ سب کی سب جرمنی کے دشمنوں کے ملک ہی میں ہو رہی ہیں جرمنی کے کسی حصہ میں نہیں ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرمنی کے حریفوں کے ملک جنگ کی وجہ سے دو بالا ہو رہے ہیں جیسا کہ بلجیم فرانس اور روس کے ایک حصہ کا حال ہے لیکن خود جرمنی کے اندر کہیں بھی لڑائی نہیں ہے اور اس لئے اس کا اندرونی سکون اور داخلی تجارت و اقتصادیات بالکل اصلی حالت میں برقرار ہیں وہ سامان جنگ کے کارخانوں سے کام لے رہے ہیں توپیں ڈھل رہی ہیں اور ایک ایک سو سب چیزیں تیار کی جا رہی ہیں صرف اس اختلاف مناظر سے جنگ کے موجودہ نتائج واضح ہو سکتے ہیں۔

(۴) انٹورپ اور اوسٹنڈ کے لینے کی وجہ سے میدان جنگ میں اسکا پوزیشن بہت شدید وزنی ہو گیا ہے اور میدان جنگ کو دریا کی جانب سے اس کیخلاف جو تقویت تھی اسکی راہ مسدود ہو گئی ہے بظاہر اس کا نصف کام بالکل مکمل ہو گیا وہ بلجیم اور ساحل کی طرف سے مطمئن ہو کر اب از سر نو اپنی پیش قدمی شروع کرے گا دریائے شیلڈٹ میں اس نے بحری سرنگیں ڈالدی ہیں اب خاص انگلش چینل پر اپنا دباؤ نمایاں کرنا چاہے گا۔

سرگزشت مصالحہ

ودوا لو تدھن فیدھنون ط

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز

آج میں قرآن حکیم کی بعض آیات اور آغاز اسلام کے ایک واقعہ کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اسلام نے حق پرستی کی جو تعلیم دی ہے وہ دنیا کے موجودہ اخلاق کی مدعیانہ حق پرستی سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے قرآن حکیم اور اسوہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیں حق کا اصول بتلا دیا ہے ایک طرف تو یہ تعلیم دیا رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں مخالفوں کے ساتھ نرم دل بنا دیا ہے کہ باوجود اس کی سختی و فسادات کے تمام حسن اخلاق و صبر و تحمل سے پیش آتے ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی تمہارے پاس نہ آتا۔

دوسری جگہ حکم دیا واغلظ علیھم باطل پرستوں کے ساتھ نہایت سختی کرو کہ نرمی کے مستحق نہیں۔

پہلا موقعہ تو عام طور پر حسن خلق کشادہ روئی، صبر و تحمل، نرمی طبیعت، تہذیب لسان ولہجہ سخن کا تھا اس لئے داعی اسلام کے ان اوصاف کو رحمت الٰہی قرار دیا۔ لیکن دوسرا موقعہ حق و باطل صدق و کذب اور ایمان و کفر کے مقابلہ کا تھا فرمایا کہ جس قدر سختی کر سکتے ہو کرو کہ عین عدل و اخلاق ہے۔

چنانچہ سورۂ قلم میں ایسی نرمی کو جو حق و صداقت کے خلاف ہو اور راہ عدالت سے منحرف کر دے "مداہنت" کے لفظ سے تعبیر فرمایا وددوا لو تدہن فیدہنون۔

بعض کفار آنحضرت (صلعم) کے پاس جمع ہو کر آئے اور کہا کہ بہتر ہے کہ ہم میں اور آپ میں ایک راضی نامہ ہو جائے آپ جو کچھ تعلیم دینا چاہتے ہیں دیجئے لیکن صرف اتنا کیجئے کہ ہمارے بتوں کو اور ہماری بت پرستی کو برا نہ کہیے اسکے بدلے میں ہم آپ کو مال و دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ بلکہ حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لینے کے لئے بھی تیار ہیں۔

لیکن اس نے جو نہ صرف ریگستان عرب کا بلکہ تمام بر و بحر عالم کی ہدایت کا شہنشاہ ہونے والا تھا بے ساختہ جواب دیا۔

لو جئتمونی بالشمس حتی تضع فی یدی ما سألتکم غیرھا (بخاری)	عرب کی بادشاہت تو کیا شے ہے؟ اگر تم سورج کو بھی آسمان سے اتار کر میری مٹھی میں رکھدو

جب بھی میں سوائے کلمۂ حق کے دوسری بات منظور نہ کروں گا۔

خدا تعالیٰ نے اسی مصلحت اور نرمی کی خواہش کی نسبت فرمایا وددوا لو تدہن فیدہنون۔ یہ باطل پرست کہتے ہیں کہ تو ان کے ساتھ اعلان حق

میں نرمی کر تو وہ بھی تیرے ساتھ نرمی کریں گے حالانکہ کفر کو راضی رکھ کے ایمان کی دعوت کبھی نہیں دی جا سکتی فلا تطع المکذبین پس ان لوگوں کی خواہشوں کی اطاعت نہ کرو جو حق و عدالت کو جھٹلانے والے ہیں۔

رؤسا قریش مکہ کی طرح آج ہمارے سامنے بھی ایک قوی و طاقتور گروہ موجود ہے جو چاہتا ہے کہ حق کے اعلان، جبر کی فریاد، اور عدل کی طلب میں ہم اس کی نرمی کریں گے اور پھر وعدہ کرتا ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ بھی ہمارے ساتھ نرمی کریگا حضرت ابو طالب کے مکان میں رؤسا قریش نے داعی اسلام سے کہا تھا کہ وہ سب کچھ کہیں مگر ان کے بتوں کو برا نہ کہیں یہی شرط مصالحت ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم سے بھی کہا جاتا ہے کہ تم سب کچھ کہو مگر ان بتوں کو برا نہ کہو جو خدا پرستوں کو اپنا غلام بنا رہے ہیں یہی صلح کا طریقہ ہے لیکن اگر یہی طریقہ ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کے چھوڑ دینے کے بعد ہمارے پاس اور کیا باقی رہ جاتا ہے جو کہیں گے؟ حق وہی تھا جو تم چاہتے ہو کہ تم سے صلح کر کے دے دیں جب وہ دے دیا گیا تو اسکے بعد باطل و کفر کے سوا اور کچھ نہیں ہے فماذا بعد الحق الا الضلال۔

ابو طالب کے دل میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت تھی مگر قوت ایمانی نہ تھی صحیح بخاری کی اسی حدیث میں ہے کہ وہ بول اٹھے اس میں کیا حرج ہے کہ اگر ان کے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں؟

آج کل بھی میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعض احباب ہیں جن کے دل میں سچائی کا ایک ولولہ تو ضرور ہے لیکن ایمان کی قوت وہ نہیں ہے جو سچائی کی راہ میں دکھ اٹھانے کی ہمت بخش سکے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر آزادی کا ولولہ

خدا پرستی اور تعلیم اسلامی کی راہ سے نہیں آیا ہے بلکہ محض دوسروں کی دیکھا دیکھی اور حریت خواہ قوموں کے تقلیدی جذبہ کی بنا پر۔

بہر حال اس مصلحت کی خواہش نے انھیں ڈگمگا دیا۔ وہ یا تو کفر کی دہشت سے مرعوب ہو گئے یا مصیبتوں اور آزمائشوں کے تصور سے ڈرا دئے گئے۔ نفس حیلہ جو ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا ہے اب بولنے لگا ہے اور ضعف ایمانی دھوکا دیتا ہے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے؟ آخر وقت مصلحت بھی تو کوئی چیز ہے؟ پولیٹیکل کاموں میں نرمی و گرمی دونوں ہوتی ہے۔ کام کے لئے پہلی سے نرم رہنا ہے اگر ہم نہ رہے تو ہماری باتیں بھی نہ رہیں گی بہتر ہے کہ سر دست اس مصالحت کو مان لیں اور نرمی کریں تا کہ ہمارے ساتھ بھی نرمی کی جائے ورود وال اوتل ھو نہیں ہوں۔

لیکن افسوس کے میرے نادان دوست نہیں سمجھتے کہ مصالحت بقائے حق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ فنائے حق کے بعد نرمی کے یہ معنی ہیں کہ کسی کام کو سختی سے نہ کیجئے نہ یہ کہ سرے سے کیجئے ہی نہیں؟ سچائی کے ساتھ اگر کچھ ہے تو دے دیجئے پر سچائی کے اندر جو کچھ ہے وہ کیونکر دیا جا سکتا ہے کسی شئے کا غلاف بدل دیتے ہیں پھر حق کی راہ میں مرعوبیت اور خوف ایسا ہی ہے دریا میں کپڑوں کے بھیگنے سے گریز آپ سے کس نے منت کی تھی کہ آگ سے کھیلئے انگاروں کو مٹھی میں لینے کا دعویٰ ہے تو آبلہ پڑنے کی شکایت کیوں کی جاتی ہے؟ راحت پرستوں کو چاہیئے کہ کانٹوں پر چل کر پاؤں چھلنے کی شکایت نہ کریں بلکہ اس خارزار میں سرے سے قدم ہی نہ رکھیں۔

غافل مرو کہ تا در بیت الحرام عشق!
صد منزل ست و منزل اول قیامت است

یہ سمجھنا کہ کام کے لئے عافیت و فرصت ضروری ہے سچ ہے مگر اس آلہ راحت پرستی کے استعمال کا یہ موقع نہیں اگر آپ حق و صداقت کا کام کر رہے ہیں تو صرف کام کیجئے اس کی فکر نہ کیجئے کہ ہمارے بعد کیا ہوگا سچائی اور راستبازی کل کی فکر سے بے پرواہ ہے اسکا بیج کبھی بھی شرمندہ دہقان و کاشتکار نہیں ہوا وہ خود ہی پھوٹتا ہے اور اپنی پرورش کے لئے خود اپنے اندر آب حیات رکھتا ہے بالفرض اگر اسے اپنی نشو و نما کیلئے باغبانوں کی ضرورت ہے تو آپ اسکی فکر کو اپنی راحت جوئیوں کے لئے حیلہ نہ بنائیں اگر آپ نہ ہوں گے تو آپ کی جگہ خود بخود ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جو آپ سے بہتر اور تعداد میں زیادہ ہوں گے۔

گمان مبر کہ تو چوں بگذری جہاں بگذشت
ہزار شمع بکشتند و انجمن باقی است

اور غور کیجئے تو جس چیز کو آپ سچائی کی موت سمجھتے ہیں وہی تو اس کے لئے زندگی کا آب حیات ہے اگر حق کا بیج آپ کے دامن میں ہے تو زمین کے سپرد کر دیجئے اور ہو سکے تو اپنے خون کے دو چار قطرے بھی اس پر چھڑک دیجئے کہ یہی اسکے لئے آبیاشی ہے اسکے بعد آپ کا فرض ختم ہو گیا۔ اب وہ حق نواز اور صداقت پرور اپنے کھیت کی خود نگرانی کرے گا جو ابتک دنیا کی نگرانی کرنیوالا ہے جیسا کہ ہمیشہ رہا ہے۔ قل ھو الرحمٰن امنا بہ وعلیہ توکلنا فستعلمون من ھو فی ضلال مبین (۶۷-۳۰)

پر مصالحت اور نرمی کی خواہش نہیں ہے بلکہ ایمان سے ارتداد اور حق سے انحراف کی دعوت ہے۔ فنعوذ باللہ من شر ھاذا شئ اعلاء الحق داعیۃ الکفر۔

اب سے تیرہ سو تئیس برس پہلے جب اسی مصالحت کو ائمہ کفر و تابعین شیاطین نے پیش کیا تھا تو اسلام کے داعی اول نے حق و صداقت پرستی کے ایک شہنشاہانہ استغنا کے ساتھ یہ کہہ کر بے باکانہ رد کر دیا تھا کہ :-

لو جعلتمونی بالشمس حتی تضع فی یدی ما سالتکم غیرھا۔	اگر تم میں ایسی طاقت و قدرت پیدا ہو جائے کہ تم آسمان سے سورج اتار کر میری ہتھیلی پر رکھ دو

جب بھی طلب حق کے سوا تم سے کچھ نہ چاہوں گا اور وہی کہوں گا جو کہہ رہا ہوں۔

پھر آج بھی اس مقدس داعی حق کا کوئی سچا فرزند ہے جس کو حق کا پاک اور مبارک اسم اسلام کے ورثہ میں ملا ہو اور جو ویسے ہی کبر و صداقت ویسے ہی عظمت حقانی ویسے ہی شان صمدانی اور بالکل اسی طرح شہنشاہوں کے استغنا اور تاجداروں کی سی ہیبت و جبروت کے ساتھ بلا خوف و تزلزل اس مصالحت کفر خواہ اس اتحاد باطل اندیش کو علانیہ ٹھکرا دے اور اپنی صولت الٰہی اور دبدبۂ ملکوتی سے ارواح و ملائکہ حقانیت اور ملاء علیین صداقت کو غلغلہ حمد و ثنا سے جنبش میں لے آئے ؟

زمین کے حق پرست انسان اور آسمان کے فرشتے دونوں اس کے منتظر ہیں

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز	پیشتر زانکہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادی خاموشاں است	حالیہ غلغلہ در گنبد افلاک انداز

بعض احادیث مشہورہ

موضوعات کی اشاعت

احادیث مندرجہ احیاء العلوم

حضرت مولانا۔ السلام علیکم۔ چند احادیث کی صحت و عدم صحت کے متعلق بعض علماء سے دریافت کیا لیکن مختلف اور متضاد باتیں کی گئیں یعنی اکثر نے توصحیح کہا اور بعض نے ضعیف یہ حدیثیں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم میں میں نے پڑھی ہیں اور اکثر واعظان دین نے بھی بیان کیا ہے اب جناب سے ملتمس ہوں کہ ان کی نسبت محققانہ جواب مرحمت ہو کیونکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی مشہور کتابوں میں یہ حدیثیں موجود ہیں جو تمہاری نظر سے نہیں گزریں آپ جو کچھ فرمائیں گے اس پر سب سے زیادہ مجھے اعتماد ہے اسکے علاوہ احادیث نقل کی ہیں اور بعض کا صرف مطلب لکھدیا ہے چونکہ جواب میں سب آجائیں گی اسلئے یہاں مکرر نقل نہیں کی گئیں۔ (الہلال)

خاکسار محمد علی پیش امام خطیب از کھاؤ نگر۔

از مولانا ابوالکلام آزاد صاحب

احادیث کی صحت و عدم صحت کا معاملہ بہت نازک اور محتاج علم و نظر ہے جب تک اس فن عظیم و مقدس واقفیت نہ ہو اور تمام علوم متعلقہ احادیث پر نظر نہ ہو نیز تمام کتب معتبرہ قوم و طبقات محدثین و رواۃ پیش نظر و تصریحات آئمہ فن و طریق تخریج و نقد روایت کی پوری پوری من الباب الی المحراب خبر نہ ہو اس وقت تک کچھ پتہ نہیں چلتا محض چند کتب حدیث کا سامنے رکھ لینا اس بارے میں مفید نہیں۔

آجکل بڑی مصیبت یہ ہے کہ علم و جہل میں کچھ تمیز نہیں رہی ہر واعظ محدث اور ہر خواندہ زبان محقق ہے نتیجہ یہ ہے کہ عوام میں اس کثرت سے موضوع و بے اصل حدیثیں مشہور کی گئی ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک نئی کتاب الموضوعات لکھنی پڑے یہ ایک بڑی آفت ہے اور قوم کی ضلالت اپنی کا بہت بڑا سبب قوی پھر اس سے بھی بڑھ کر آفت یہ ہے کہ عربی کا جملہ جو کسی واعظ کی زبان سے نکل جائے اور اس نے کتب مواعظ و قصص میں پڑھ لیا ہو اس درجہ اصح الحدیث اور کالوحی والقرآن سمجھا جاتا ہے کہ اگر ان کو بے اصل کہیے تو لوگ جنگ و جدل کے لئے آستینیں چڑھا لیتے ہیں۔

قصاص وواعظین

یہ قصاص وو عاظ کئی صدیوں سے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہیں اور موجودہ عصر جہل نے اس مصیبت کو اور زیادہ عام وشدید کردیا ہے نہ تو انہیں قرآن کی خبر ہے نہ حدیث و آثار کی نہ کتابیں پڑھی ہیں اور نہ علم و فن کی صورت دیکھی ہے صرف چند قصے اور اشعار یاد کر لئے ہیں جو یا تو اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں یا کسی وعظ کی کتاب میں دیکھ لئے ہیں۔

وعظ کی اصلی قوت دماغ کی جگہ ان کے گلے میں ہوتی ہے ایک مطرب مغنی کی طرح گانا شروع کر دیتے ہیں پھر عربی کا ہر غلط سلط جملہ جو انکی زبان سے نکل سکتا ہے بے تکلف اور بے خوف حدیث کے لقب سے بیان کر دیا جاتا ہے غریب سننے والے جو موسیقی کے قدرتی تاثر سے پہلے ہی مرعوب ہو چکے ہیں خشوع اور عقیدت سے سنتے ہیں اور ان کی تمام خرافات کو حدیث رسول یقین کر لیتے ہیں فنعوذ باللہ من شر الجہل والفساد۔

آج اصلی مصیبت یہی ہے کہ قرآن و حدیث ہی اسلامی تعلیم کا اصلی سرچشمہ ہیں مگر ان کی صحیح و حقیقی تعلیمات حاصل کرنے کا عوام بیچاروں کے پاس کوئی وسیلہ نہیں واعظین جاہلین اور قصاص وجاہلین نے ہر طرف سے انکا محاصرہ کر لیا ہے علماء حق اول تو قلیل ہیں پھر جتنے بھی ہیں اصلاح عوام کی اصلی تدبیر سے بے پروا۔

کار از دوا گذشتہ وافسوں نہ کردہ کس

احادیث احیاء

آپ نے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم الدین کا ذکر کیا ہے اور ان احادیث کی نسبت خاص طور پر پوچھا ہے جو بکثرت ان میں درج کی گئی ہیں احیاء العلوم ایک ایسی کتاب جلیل و عظیم ہے کہ اگر تاریخ اسلام کی تمام تصنیفات سے صرف اعلیٰ ترین کتابوں کی ایک بہت ہی منتخب فہرست بنائی جائے تو بلاشبہ احیاء العلوم ان سب میں خاص ممتاز کتاب ہے۔

تاہم یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر عالم و مصنف کی حیثیت علمی کا ایک خاص دائرہ ہوتا ہے اور اس سے باہر اس کی وہ حیثیت باقی نہیں رہتی امام مالک محدث تھے اور فقیہ لیکن مورخ نہ تھے پس تاریخ میں ان کا قول بمقابلہ مورخ کے ارجح نہ ہوگا اسی طرح ابن خلدون بہت بڑا مورخ ہے لیکن حدیث و فقہ میں اگر سند دیجائے تو اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کریگا ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھدیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں معلوم تھیں مگر آپ اسے تسلیم نہیں کر سکتے ہر فن اپنی بحث و نظر کے لئے ایک خاص جماعت رکھتا ہے اور اس کے خاص خاص اصول ہیں فن تاریخ بحث ہو مورخین کی سند لایئے ادب کے مسائل ہوں تو ائمہ ادب کی طرف رجوع کیجیے یہ نہ کیجیے کہ بحث تو فقہ کی ہو لیکن معتبر سمجھیں آپ کسائی او سیبویہ کو کیونکہ وہ فن نحو میں امام تھے اکثر لوگ اس نکتے کو بھول جاتے ہیں اور سخت ٹھوکر کھاتے ہیں۔

حضرت امام غزالی فلسفہ و کلام کے ماہر منقول و معقول میں تطبیق دینے

والے تصوف وسلوک کے سب سے بڑے اور سب سے بہتر معبر و ترجمان اور علم اسرار الدین کے بہترین ذخیرہ کے معنی میں ہیں مگر محدث نہیں ہیں محدثین وارباب نقد صاف صاف کہدیا ہے کہ احیاء العلوم میں اکثر حدیثیں ضعیف اور بہت زیادہ بے اصل و سند ہیں اس لئے شارحین احیاء نے ان احادیث کی تخریج میں بڑی محنت اٹھائی اور صحیح کو ضعیف سے اور حدیث کو غیر حدیث سے الگ کرنا چاہا علامہ ابن تیمیہ کا یہ قول احیاء کی نسبت مشہور ہے ۔

كلامه في الاحياء غالبه جيد لكن فيه اربع مواد فاسدة مادة فلسفية ومادة كلامية وتوهمات الصوفية والاحاديث الموضوعة ۔

امام غزالی کا اکثر بیان احیاء العلوم میں عمدہ اور معتبر ہے البتہ چار باتیں جو بطور مواد فاسد کے ہیں میں شامل ہو گئی ہیں فلسفیانہ مطالب کلامیہ انداز توہمات صوفیہ اور موضوع حدیثیں

علامہ موصوف کو مسلمان فلسفیوں اور متکلموں کے گروہ سے سخت نفرت تھی اور ان کی غیرت شرعیہ بعض متصوفین کے ترہات وطامات کی سماعت کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے انہوں نے ابتدائی تین چیزوں کو بھی احیاء کا مواد فاسد قرار دیا مگر درحقیقت یہ رائے زیادتی سے خالی نہیں البتہ آخری چیز یقیناً قابل ذکر ہے یعنی نقل احادیث میں بے احتیاطی ۔

حضرت امام ہی پر موقوف نہیں عموماً صوفیائے کرام نے نقل احادیث میں بڑی بے احتیاطیاں کی ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان کے مخالفین کو تشدد و تعصب کا زیادہ موقع مل گیا ہے اور حق یہ ہے کہ محدثین کرام اپنے اس تشدد میں حق بجانب ہیں ۔

کتب موضوعات

بس آپ احیاء العلوم وغیرہ پر اس بارے میں اعتماد نہ کریں اور علماء بعض کتب موضوعات ضرور پیش نظر رکھیں حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں طبقات حدیث و محدثین پر جو کچھ لکھا ہے بہت نافع ہے محدث ابن جوزی حافظ سیوطی ملا علی قاری اور امام شوکانی کی کتب موضوعات چھپ گئی ہے اور ان میں عام زبانوں پر چڑھی ہوئی حدیثوں کا تذکرہ آگیا ہے صاحب سفر السعادۃ کے تشدد کی اس بارے میں شکایت کی جاتی ہے مگر حقیقت اسکے خلاف ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شرح سفر السعادۃ منگوا لیجئے مع دو کیا اسکا خاتمہ نظر سے گزر جائیگا اور فائدہ بخشے گا شیخ عبدالرحمن بن علی شیبانی کی التمیز فی ما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث بھی چھپ گئی ہے اور اس میں تمام مشہور حدیثوں کی کامل طریقہ پر تخریج کی گئی ہے علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تصنیفات میں بھی اسکا مواد بہت ہے علی الخصوص مجموع الفتاوی اور مجموعہ رسائل جلد اول و دوم میں جو حال میں مصر میں چھپ گئی ہیں۔

امام شوکانی کی موضوعات میں قدما کی تمام کتابوں کو ضبط و اعتدال کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی ہے اگر اسے آپ دیکھ لیں تو عام و مشہور احادیث کے متعلق اچھی بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

احادیث مسئولہ عنہا

اب میں فرداً فرداً آپ کی تحقیق کردہ احادیث کی نسبت عرض کرتا ہوں۔

(۱) حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے

بیہقی نے شعب الایمان میں حسن بصری سے روایت کی ہے ابونعیم حلیۃ الاولیا میں اسے حضرت عیسیٰ کا قول کہتے ہیں (دیکھو علیہ ترجمہ) ابوسفیان مالک ابن دینار کی طرف بھی منسوب ہے علامہ ابن تیمیہ نے اسے جندب البجلی کا قول کہا ہے۔

بہرحال یہ جملہ معناً تو بالکل صحیح ہے مگر لفظاً حدیث نہیں ہے۔

(۲) ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المومنین

یعنی خدا کہتا ہے کہ نہ تو مجھے زمین اٹھا سکی نہ آسمان مگر میرے مومن بندے کے دل میں سما گیا۔

دردل مومن گنجم اے عجب گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

معناً یہ جملہ بہت صحیح اور قرآن کریم کی اس اطاعت کا بیان ہے۔ لیکن حدیث نہیں ہے۔ کسی کا قول ہے۔ محدثین نے تو اسے اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔

(۳) گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کی ممانعت۔

غالباً آپ کا مقصود اس حدیث سے ہوگا لا تقطعوا اللحم بالسکین فانہ من صنیع الاعاجم۔ یعنی گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھائے۔ کیونکہ یہ عجمیوں کی ایجاد ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اسے روایت کیا ہے نیز ابوداؤد نے سنن میں لیکن امام شوکانی لکھتے ہیں۔

قال احمد لیس بصحیح وقد کان النبی صلعم یحتز من لحم الشاۃ

امام احمد کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ آنحضرت کا بکری کے گوشت کا چھری سے کاٹ کر کھانا ثابت ہے

پھر اس کی روایت میں ابو معشر ہے اور امام احمد کہتے ہیں کہ لیس بشیٔ وہ کوئی چیز نہیں۔

(۴) العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان، علم دو ہیں ایک وہ کہ جس سے بدن انسانی کا تعلق ہے یعنی فن طب اور ایک وہ جو شریعتوں اور دینوں کا علم ہے۔

اس کی بھی کوئی اصلیت نہیں ضعیف سے ضعیف سند سے بھی کسی نے روایت نہیں کیا تعجب ہے کہ کیونکہ یہ جملہ حدیث مشہور ہو گیا۔

(۵) رجب خدا کا مہینہ ہے اور شعبان پیغمبر کا اور رمضان میری امت کا ہے۔

فضائل ایام و شہور میں موضوعات کا بڑا ذخیرہ ہے غالباً آپ کا مقصد اس حدیث سے ہوگا۔ رجب شہر اللہ وشعبان شہری ورمضان شہر امتی فمن صام فی رجب یومن فلہ الاجر ضعفان الخ۔

لیکن محققین و ثقات فن نے اسے موضوع قرار دیا ہے اس کے اسناد میں ابوبکر بن الحسن النقاش ہے جو متہم ہے اور کسائی نامی بھی ایک راوی ہے جو مجہول ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

(۶) صلوٰۃ التسبیح اور اس کے فضائل۔

صلوٰۃ التسبیح سے مقصود ایک خاص نماز نفل ہے جو چار رکعتوں میں ہے ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۃ کے بعد سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھتے ہیں پھر رکوع اور قومہ اور دونوں سجدوں میں بھی دس دس مرتبہ یہی کلمات پڑھے جاتے ہیں اسطرح ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ کلمہ تسبیح پڑھا جاتا ہے۔

اس نماز کے متعلق متعدد طرق سے حدیث مروی ہے سب سے زیادہ مشہور دو طریقہ ہیں ایک حضرت ابن عباس کی روایت ہے دوسرا ابی رافع کی روایت سے پہلی رعایت کو ابو داؤد ابن ماجہ اور حاکم نے درج کیا ہے دوسری ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ دار قطنی نے بھی حضرت عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

لیکن اس حدیث کے متعلق محققین فن میں اختلاف ہے محدث ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے حافظ ابن حجر اس کا رد کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ابن عباس والی روایت مضبوط اور بشرط حسن ہے نیز ابو داؤد نے ایسے اسناد کا باس بہ سے روایت کیا ہے اور فضل بن عباس، ابن عمر علی ابن ابی طالب جعفر ابن ابی طالب ام سلمہ ان سب سے روایتیں موجود ہیں۔ ایسی حالت میں ابن جوزی کا موضوع کہنا کس قدر زیادتی کی بات ہے چنانچہ لکھا ہے

کہ وقد اساء ابن الجوزی بذکرہ فی الموضوعات :-

علاوہ حافظ ابن حجر کے ابن منده ، خطیب ابن الصلاح اور نووی نے بھی اسے صحیح یا حسن قرار دیا ہے اور اس کی تصویب کی ہے تاہم ایک بڑی جماعت محدثین کی اسے ضعیف بھی کہتی ہے اور موضوع کہنے والوں میں ابن جوزی کے علاوہ عقیلی بھی ہیں۔

وقال العقیلی لیس فی الصلوٰۃ التسبیح حدیث یثبت وقال ابن العربی لیس فیها حدیث صحیح ولا حسن۔ (الفوائد المجموعۃ الشوکانی)

اور عقیلی نے کہا کہ صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں نیز ابن عربی کہتے ہیں کہ اس بارے میں نہ کوئی حدیث صحیح مروی ہے اور نہ حسن۔

حتی کہ حافظ سیوطی اللآلی میں لکھتے ہیں۔

والحق ان طرقه کلها ضعیفة وان حدیث ابن عباس یقرب من شرط الحسن الا انه شاذ لشدة الفردیة فیه وعدم المتابع والشاهد من وجه معتبر ومخالفة هیئتها لهیئة باقی الصلوٰۃ۔

اور حق یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام طریقے ضعیف ہیں ابن عباس والی حدیث البتہ شرط حسن کے قریب پہنچتی ہے مگر اس میں بھی یہ کمی ہے کہ شاذ ہے کیونکہ کمال درجہ اپنے بیان میں فرد ہے اور اس کا تابع اور شاہد کوئی نہیں جو کوئی وجہ معتبر رکھتا ہو نیز یہ بات بھی ہے کہ جس نماز کی اس میں ترکیب بتلائی گئی ہے اس صورت میں باقی نمازوں کی مخالفت ہے۔

حافظ موصوف کا قول اس حدیث کے لئے سب سے بہتر اور معتدل قول فیصلہ ہے لہٰذا سے آپ رائے قائم کر لیں رہا صلوٰۃ التسبیح کا حکم اور فضائل تو وہ بہرحال ایک

نفل نماز ہے اور اس طریقہ تسبیح سے عبادت کرنا کسی دوسری نص کا معارض کبھی نہیں مختصر یہ کہ اس پر عمل کرنا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

بعض دیگر موضوعات مشہورہ

(۷) حب الوطن من الایمان۔ محبت وطن کی ایمان میں سے ہے۔
یہ ایک اچھا اور صحیح جملہ ہے مگر اسے حدیث کہنا بالکل کذب و افترا ہے۔ کسی غیر معروف سند سے بھی مروی نہیں۔

(۸) علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علما ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے نبی۔
بالکل بے اصل ہے، حافظ ابن حجر نے صاف لکھدیا ہے کہ لا اصل البتہ العلماء ورثۃ الانبیاء کو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

✥

اقترب للناس حسابهم

لوگوں کے نتائج اعمال کا وقت قریب آگیا

وھم فی غفلۃ معرضون

لیکن اس پر بھی وہ غفلت میں سرشار اور اللہ کی طرف سے منہ موڑے ہوئے ہیں

استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ ما لکم من ملجاء یومئذ وما لکم من نکیر فان اعرضوا فما ارسلنٰک علیھم حفیظا ان علیک الا البلاغ (۴۲ - ۴۶)

اے غافل لوگو اس فیصلہ کے دن کے آنے سے پہلے اپنے خدا کا کہا مان لو جو اسکی طرف سے اعمال بد کے نتائج میں آنیوالا ہے، اور اس کا ٹلنا ممکن نہیں ہے اس دن نہ تو تمہارے لئے کہیں پناہ ہوگی اور نہ تم اپنے اعمال بد سے انکار ہی کر سکوگے!

اگر اس طرح سمجھا دینے پر بھی یہ لوگ روگردانی کریں تو اے پیغمبر ہم نے کچھ تم کو ان پر داروغہ بنا کر تو بھیجا نہیں تمہارے ذمہ تو بس حکم الٰہی کا پہنچا دینا ہی ہے ماننا یا نہ ماننا سننے والوں کا کام ہے۔

اینڈریا نوبل جو خلفاء بلقان کی راہ کامیابی میں بظاہر آخر مانع کامیابی تھا بالآخر مسخر ہو گیا مع (جامع سلیم) کی مقدس محرابوں کے جنہوں نے دو صدیوں سے اپنے نیچے صرف سجدہ ہائے نیاز اور زمزمہ ہائے توحید و تکبیر ہی کو دیکھا تھا اور مع ان بلند اور عظیم الہیئت مناروں کے جن پر آج تک روزانہ اعلان و شہادت توحید کی ایک صدا بھی قضا نہ ہوئی تھی وہ فتح ہو گیا حالانکہ ہمارے جوش و بیداری کا لشکر عظیم اب تک غفلت و سرشاری کے قلعہ میں محصور ہے اور عبرت اور تنبیہ کے پیہم ہجوم اب تک اسے مسخر نہیں کر سکتے، فیا حسرتا ویا ویلتا ویا ندما۔

لمثل هذا يذوب القلب من كمد   ان كان في القلب اسلام و ايمان

میں سفر میں تھا جب میں نے اول بار یہ خبر سنی، میں نے دیکھا کہ اس خبر کی تصدیق کے بعد بھی دنیا ویسی ہی تھی جیسی اس سے پہلے میں نے دیکھا کہ ہم اپنے کاروبار میں مصروف اور اپنی احتیاجات میں بدستور منہمک ہیں وقت پر کھانا کھاتے ہیں اور وقت پر آرام دہ نیند کے انتظار میں بستروں کو تلاش کرتے ہیں زندگی کی مصروفیتوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور اپنے اندر بھی دیکھا تو حالت ویسی ہی پائی جیسی کہ کل تک تھی حالانکہ ہم میں سے کوئی بھی اس خبر کے سننے کے لئے تیار نہ تھا۔

میں نے سوچا کہ کیا کسی دن اسی طرح قسطنطنیہ کے مسخر ہو جانے کی خبر آجائے گی قسطنطنیہ کیا شے ہے؟ میں نے سوچا کہ کیا ایک دن ہماری آخری متاع عزت یعنی بیت خلیل خلیل اللہ اور مسجد مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ملاعنہ صلیب کے حملہ آور ہو جانے کی خبر آجائے گی اور ہم اسی طرح اپنی رفتار مدہوشی میں آگے بڑھ جائیں گے

ثماز اجری علی المسلمین؟ ومن الذی دفع بہم
من علیین الی اسفل سافلین؟

ولقد اخذنا ھم بالعذاب فما استکانوا لربہم وما یتضرعون (۲۳-۷۶)

اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں گرفتار کر دیا پھر ان کو کیا ہو گیا ہے کہ اب بھی اپنے خدا کے آگے نہیں جھکتے اور اپنی غفلت پر نہیں رہتے۔

دنیا میں قوموں کے لئے بڑے بڑے کام ہیں بہت سے ہیں جن کو اپنے ایوان حکومت اور تخت وجلال کی آرائش کرنی ہے بہت سے ہیں جن کو اپنے عظیم الشان متمدن شہروں اور اپنی عالمگیر تجارت کی حفاظت مقصود ہے بعض اپنی قومی دولت وثروت کے بڑھانے کی فکر میں ہیں اور بعض خدا کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے انتظام میں لیکن غور کرو کہ اب ہمارے لئے دنیا میں کیا باقی رہ گیا ہے؟ حکومتیں باقی نہیں رہیں کہ ان کے دبدبہ وسطوت کا نقارہ بجائیں دولت وثروت کب کی جا چکی ہے اور جو رہ چکی ہے وہ بھی برف آتش زدہ ہے نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی فکر کیا کریں کہ جو چند گوشے اپنے ایام ذلت ونکبت بسر کرنے کے لئے باقی رہ گئے تھے، ان کے لائق بھی نہ نکلے تہذیب وتمدن کی جگہ وحشت وجہالت ہمارا مایۂ انسانیت سمجھا جاتا ہے اور دنیا کی قوموں کی فہرست میں ہمارے نام کے ساتھ وحشی اور ناقابل حیات زندگی کے القاب لکھے جاتے ہیں کیونکہ اللہ کی زمین پر رہنے کی اب قابل نہیں رہے ہم سے زمینیں چھینی جائیں اور جس قدر جلد ممکن ہو ہمارا بار ذلت سے دنیا کو پاک کر دینا چاہئے ہماری تیرہ سو برس کی تاریخ کے بعد ہمارے کل کی سرگزشت حیات صرف اتنی ہی باقی رہ گئی ہے۔

فیا للعار او یا للاسف! واہ! آہ! ثم آہا!

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگ حنا تو

اے خوں شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا

ہماری تمام متاع اقبال لٹ چکی ہے ایوان حکومت کھنڈر ہو رہے ہیں۔ تخت شاہی لوٹے گئے ہیں اب ہمارے پاس کچھ باقی رہ گیا ہے تو بس یہی چند مسجدوں کی محرابیں ہیں اور چند عبادت گاہوں کے صحن اور یا پھر وہ گنبد سبز جس کے نیچے دنیا کا سب سے بڑا انسان آرام کر رہا ہے۔

لیکن آج ایڈریانوپل کی جامع سلیم کے صحن میں بلغاریوں کے بوٹوں کی گرد اڑ رہی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ کل اور کچھ نہ ہوگا؟

پھر اے وہ لوگو! کہ اپنے ایوان حکومت کی حفاظت نہ کر سکے کیا آج خدا کی عبادت گاہوں کی محرابوں اور اس کی صدائے توحید بلند کرنے کے مناروں کی بھی حفاظت نہ کر سکو گے؟

غفلت سرشت انسان کا قاعدہ ہے کہ بہت سی مصیبتیں اسکے لئے اس قدر جگر دوز اور زہرہ گداز ہوتی ہیں کہ ان کا تصور بھی کرتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے پھر جب وقت آجاتا ہے اور وہ مصیبت سر پر آ کھڑی ہو جاتی ہے تو کچھ دیر تک متحیر رہ کر کچھ دیر رو دھو کر اور کچھ دیر تک ماتم و فغاں سنجی کر کے آگے بڑھ جاتا ہے اور جس وقت کے تصور سے لرز جاتا تھا اس کو اس طرح جھیل جاتا ہے۔ گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہ تھا۔

ایک مدت سے ہم عالم اسلامی کے آخری مصائب کے تصور سے کانپ

رہے ہیں آخری وقت اور فیصلہ کن وقت ہماری زبانوں پر ہے ہم اس
وقت کا ذکر کرتے تھے جب اعدائے اسلام ہمارے نیست و نابود کر دینے کے
لئے اکٹھا ہو جائیں گے ہم اس مصیبت کبریٰ کے خیال سے لرزاں اٹھتے تھے جب
دشمن قسطنطنیہ کے دروازوں پر آپہنچیں گے ہم غافلوں کو ڈراتے تھے کہ ہوشیار
ہوں کیونکہ ایک وقت آنیوالا ہے جب آخری فیصلہ کی گھڑی سر پر آجائے گی
ہم سونے والوں کو جگاتے ہیں کہ اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ وہ فزع اکبر اور طامۃ الکبریٰ
کا وقت کبھی نہ کبھی آنے والا ہے جبکہ فنا و بقا اور موت و حیات کا فیصلہ آخری
ہو جائے گا۔

پھر اگر آنکھیں کھول کر دیکھو تو اس وقت موعودہ اور مصیبت منتظرہ کا
دن تو آگیا اور اگر اس کی آخری ساعات نہیں آئی ہیں تو اس کو کچھ دور نہ سمجھو۔
لیکن کیا اپنی غفلت شعاری کی عام عادت کی طرح اس بارے میں بھی ہمارا ویسا ہی
حال ہو گا جیسا کہ ہر آنے والی مصیبت کے آجانے کے بعد ہوا کرتا ہے؟ کیا ہم
اسے بھی جھیل جائیں گے کیا چند آنسوؤں کی ریزش اور چند آنسوؤں کی کشش
سے زیادہ اور کچھ نہ ہو گا؟ اور کیا پانی سر سے گزر جائے گا اور ہمارے ہاتھوں
کو حرکت نہ ہو گی؟

خاکم بدہن تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لو کہ وہ سب کچھ ہو گیا جس کے
ہونے میں اب کچھ دیر نہیں ہے چشم تصور سے کام لو کہ جس آخری ساعت کے تصور
سے ڈرتے تھے اور ڈراتے تھے وہ صبح اپنی آخری ہلاکتوں اور بربادیوں کے آگئی
انگلستان نے عرب و عراق اور حجاز و یمن کی ریاست کی دیرینہ آرزو پوری کر لی

شام پر فرانس نے قبضہ کر لیا بقیہ ایشیا جرمنی کے زیر علم آ گیا قسطنطنیہ اور دانیال کا بھی وہی حشر ہو گیا جو مسئلہ مشرق کے انفصال کے وقت سب سے پہلے ہو کر رہے گا اور اپنی موت کی آخری خبر بھی ہم نے موجودہ جنگ کی خبروں کی طرح رپورٹر کی زبانی سن لی تو پھر بتلاؤ کہ اس وقت اسکے سوا اور کیا ہوگا جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے کیا در و دیوار سے ٹکراؤ گے؟ کیا آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور صحراؤں میں چلے جاؤ گے کیا گنگا اور جمنا کی سطح تم کو اپنی آغوش میں لے کر بچا لے گی؟ یا بحر عرب کی موجوں میں تمہیں پناہ مل جائے گی۔

اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر کیا دنیا میں کوئی انقلاب عظیم ہو جائے گا؟ کیا آفتاب اپنے مرکز حرکت کو چھوڑ دے گا؟ کیا زمین حرکت سے معطل ہو جائے گی؟ کیا ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے؟

اگر یہ بھی نہ ہوگا تو کیا ہم رات کا سونا اور دن کا کاروبار چھوڑ دیں گے؟ کیا کھانا پینا بالکل بند کر دیں گے کیا ہم میں زندگی کی احتیاج باقی نہیں رہے گی؟ حالانکہ ہم کو دنیا کے اندر تبدیلی پیدا ہونے کی خواہش کا کیا حق ہے؟ جب کہ ہم خود اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے؟

دنیا اس طرح کبھی نہیں بدلی ہے اور وہ ہماری امیدوں اور ولولوں کی تابع نہیں ایران نے بابل کو مسمار کر دیا مگر آفتاب اسی وقت طلوع ہوا جیسا کہ روز ہوتا تھا سکندر نے ایران میں آگ لگا دی مگر انسان نے اپنے گھروں کو اور صحرا کی چڑیوں نے اپنے آشیانوں کو نہیں چھوڑا بابل و نینوا کے عظیم الشان تمدن برباد ہو گئے مگر ان کی بربادی کے ماتم میں شاید کائنات کے ایک ذرے

نے کبھی زحمت نہ اٹھائی یونان اور روضۃ الکبریٰ کے طلائی منبروں اور سنگی دار العلوموں کی دیواریں سرنگوں تھیں اور اسکندریہ کے بیت العلم کا چراغ گل ہو گیا تھا مگر عرب کے شتر سواروں نے کب اس کی پرواہ کی اور انقلاب عظیم نے کب کاروبار عالم کو معطل کیا؟

اس کائنات ارضی کی گھڑی اپنے کیل پرزوں پر چل رہی ہے اور وہ ان حوادث و تغیرات سے بند نہیں ہو سکتی پس اس کی تبدیلی کی خواہش بے فائدہ ہے اس میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہماری خاطر اب ہو گی یہ کوئی تعجب کی بات نہیں البتہ ایک دنیا خود تمہارے اندر موجود ہے سخت تعجب اور حیرت ہے اگر ان حوادث و انقلابات سے خود ان کے اندر کوئی تبدیلی نہ ہو اور اگر اس وقت نہ ہو گی تو پھر کس وقت کا انتظار ہے؟

ہماری ساری بدبختی اس میں ہے کہ ہم اپنی فتح و شکست کو ایڈریانوپل کے سامنے ڈھونڈھتے ہیں حالانکہ اس کا اصلی میدان تو ہمارے دل کے اندر ہے وفی انفسکم افلا تبصرون؟ جب تک ہم خود اپنے اندر فتحیاب نہ ہوں گے اس وقت تک باہر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے؟

العجل! العجل! الساعۃ الساعۃ!

ہاں ایک وقت آنے والا تھا اور وہ آ گیا ایک یوم الفصل تھا جس کا آفتاب طلوع ہو گیا پرانی پیشین گوئیوں میں کہا گیا تھا کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا ہم دیکھ رہے ہیں

کہ آفتاب مغرب سے نکل چکا ہے اور توبہ کا دروازہ (کہ فسطا مائہ امیدواری مایہ بختان عالم بود) روز بروز ہم پر بند ہو رہا ہے۔ **بس وقت آگیا** ہے کہ جس کو اٹھنا ہے اٹھے جس کو چلنا ہے چلے اور جس کو اپنے روٹھے ہوئے خدا سے صلح کرلینی ہے کرلے کیونکہ ساعت آخری نتائج سامنے مہلت قلیل اور فرصت مفقود ہے۔

فتنبہوا عباد اللہ وقوموا ایہا المسلمون الغافلون وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ لا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وہم لا یسمعون ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون۔

جستجوئے مقصود و توفیق الٰہی

موسم گزر رہا ہے آسمان ہمیشہ مہربان نہیں ہوتا اور وقت جا کر پھر واپس نہیں آتا آج آٹھ ماہ سے دیکھ رہا ہوں کہ عالم اسلامی میں جو ایک عام حرکت بیداری پیدا ہو گئی ہے اور موجودہ مصائب نے بالخصوص مسلمانان ہند کے دلوں پر اضطراب طاری کر دیا ہے وہ ایک اصلی اور حقیقی قوت کار اور آخری فرصت عمل ہے جس سے اگر کوئی صحیح اور موصل الی المقصود کام نہ لیا گیا تو پھر ہمیشہ حسرت و ماتم کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

روپیہ کا فراہم کرنا جذبات و عواطف اسلامیہ کو حرکت میں لانا مجالس تذکرہ مصائب اور مجامع تحریک و تشویق اور اسی طرح کی تمام باتیں دراصل ضمنی اور بطور ذرائع وسائل کے تھیں۔ پھر اگر ہماری تمام بیداری صرف آلات کی تیاری ہی میں صرف ہو گئی اور اصل عمل کی توفیق نہ ملی تو یہ ایک بہت بڑی بدبختی ہوگی۔

لوگوں کی نظر سطحی اور بالائی چیزوں پر تھی مگر میں حقیقت حال کو سوچ رہا تھا لوگ متاسف تھے کہ محرابیں خوشنما نہیں انھیں بدل ڈالیے۔ مگر میں رو رہا تھا کہ بنیاد کھوکھلی ہو گئی ہے اس کی درستگی کی کیا تدبیر ہو؟

اصل چیز یہ تھی کہ یہ وقت کے مصائب دراصل ان دائمی اور مستمر اسباب کا نتیجہ تھے جو پچھلی دو صدیوں سے عالم اسلامی پر طاری ہیں اور جب تک اس سوراخ کو بند نہ کیا جائے جہاں سے سیلاب نکل رہا ہے

احادیث مسئولہ عنہا

اب میں فرداً فرداً آپ کی تحقیق کردہ احادیث کی نسبت عرض کرتا ہوں۔

(۱) حب الدنیا راس کل خطیئة یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے

بیہقی نے شعب الایمان میں حسن بصری سے روایت کی ہے ابو نعیم حلیۃ الاولیا

میں اسے حضرت عیسیٰ کا قول کہتے ہیں (دیکھو علیہ ترجمہ) ابو سفیان مالک ابن دینار کی

طرف بھی منسوب ہے علامہ ابن تیمیہ نے اسے جندب البجلی کا قول کہا ہے۔

بہر حال یہ جملہ معناً تو بالکل صحیح ہے مگر لفظاً حدیث نہیں ہے۔

(۲) ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المومنین

یعنی خدا کہتا ہے کہ نہ تو مجھے زمین اٹھا سکی نہ آسمان مگر میرے مومن بندے

کے دل میں سما گیا۔

در دل مومن بگنجم اے عجب گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

معناً یہ جملہ بہت صحیح اور قرآن کریم کی اس اطاعت کا بیان ہے۔

لیکن حدیث نہیں ہے۔ کسی کا قول ہے۔ محدثین نے تو اسے

اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔

(۳) گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کی ممانعت۔

غالباً آپ کا مقصود اس حدیث سے ہو گا لا تقطعوا اللحم بالسکین فانہ

من صنیع الاعاجم۔ یعنی گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھائے۔

کیونکہ یہ عجمیوں کی ایجاد ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اسے روایت کیا ہے نیز ابو داؤد نے سنن میں لیکن امام شوکانی لکھتے ہیں۔

قال احمد لیس بصحیح وقد کان النبی صلعم یحتز من لحم الشاۃ — امام احمد کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ آنحضرت کا بکری کے گوشت کا چھری سے کاٹ کر کھانا ثابت ہے

پھر اس کی روایت میں ابو معشر ہے اور امام احمد کہتے ہیں کہ لیس بشیٔ وہ کوئی چیز نہیں۔

(۴) العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان۔ علم دو ہیں ایک وہ کہ جس سے بدن انسانی کا تعلق ہے یعنی فن طب اور ایک وہ جو شریعتوں اور دینوں کا علم ہے۔

اس کی بھی کوئی اصلیت نہیں ضعیف سند سے بھی کسی نے روایت نہیں کیا تعجب ہے کہ کیونکہ یہ جملہ حدیث مشہور ہو گیا۔

(۵) رجب خدا کا مہینہ ہے اور شعبان پیغمبر کا اور رمضان میری امت کا ہے۔

فضائل ایام و شہور میں موضوعات کا بڑا ذخیرہ ہے غالباً آپ کا مقصد اس حدیث سے ہو گا۔ رجب شہر اللّٰہ وشعبان شہری ورمضان شہر امتی فمن صام فی رجب یومین فلہ الاجر ضعفان الخ۔

لیکن محققین و ثقات فن نے اسے موضوع قرار دیا ہے اس کے اسناد میں ابو بکر بن الحسن النقاش ہے جو متہم ہے اور کسائی نامی بھی ایک راوی ہے جو مجہول ہے۔

اس وقت تک صرف پانی کے ڈول بھر بھر کر پھینک یا در و دیوار کو مضبوط بنانے کے لئے مصالحہ جمع کرنا بالکل لاحاصل ہے۔

میں اپنے کاموں سے غافل نہ تھا (الہلال) میں جو کچھ لکھ رہا تھا اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی ہمتوں اور عزموں کا اصلی مصرف نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ کسی اور مقصود حقیقی کی طرف جانے کے لئے ایک وسیلہ و ذریعہ یقین کیا لیکن مشکل یہ تھی کہ طریق عمل کا فیصلہ آسان نہ تھا۔

اس عرصہ میں کتنی اسکیمیں بنائیں اور پھر ان کو چاک کیا اور کتنی راہیں سامنے آئیں اور پھر ایک قدم اٹھا کر واپس آ گیا ہمارا مرض ایک ہی نہیں ہے اور ہمارا گھر ہر طرف سے اجڑا ہوا ہے ضرورت ایک ایسے راہ عمل کی تھی کہ ایک ہی راہ ہو کیونکہ ایک وقت میں انسان ایک ہی راہ پر چل سکتا ہے لیکن ایسی ہو کہ پھر اس کے بعد کسی راہ کے تلاش کی ضرورت باقی نہ رہے اور ہمارے تمام امراض کے لئے ایک نسخۂ وحید اور علاج جامع ہو۔

آپ یقین کیجئے کہ میں نے بہت سوچا انسانی دماغ کسی چیز پر جس قدر غور کر سکتا ہے شاید میں نے ہمیشہ کیا اور مفصل اور پیہم کیا۔ لیکن باایں ہمہ کسی ایک تجویز اور راہ پر پہنچکر نہ رک سکا یہاں تک کہ میں تھک گیا اور قریب تھا کہ مجھ پر عالم تحیر و تعطل طاری ہو جائے اور فیصلہ کی قوت جواب دے دے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ

۵

لیکن جب کہ میں تلاش معقود میں کھٹکسہ رہا تھا تو اس نے جس کا ہاتھ ہمیشہ سرگشتگان حیرانی کا دستگیر اور گمشتگان تحیر کے لیے رہنما و دلیل ہے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چہرہ معقود کو بے نقاب کر دیا میں نے اس بجلی کی طرح جو اچانک ظلمت طوفانی میں چمکتی ہے اس کو دیکھا پر اس نے بجلی کی طرح مجھ سے بے وفائی نہ کی اور اپنی روشنی دیکر پھر واپس نہ لی والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین (۲۹-۶۹)

اب میری حیرانی ختم ہو گئی ہے میں ظلمت میں نہیں بلکہ الحمد للہ کہ روشنی میں ہوں بس تیار ہوں کہ اٹھوں اور جو راہ اس نے دکھلائی ہے بلا توقف اس کی طرف روانہ ہو جاؤں وہ جو دلوں کو کھولتا دماغوں کی رہنمائی کرتا آنکھوں کو دکھلاتا اور ہاتھوں کو پکڑتا ہے ضروری ہے کہ اپنی راہنمائی کا دروازہ اب بھی کھلا رہے گا اور ٹھوکروں اور گھوسنوں سے بچے گا وہ ہر اس دل کے ساتھ ہے جو اس کے ہاتھ ہونا چاہیے اور ہر اس بھروسہ کرنے والے کو بچانے والا ہے جو اس پر بھروسہ کرے ۔ واللہ ولی الذین آمنو یخرجھم من الظلمات الی النور (۲-۲۵۸)

خلتم شد

یہ کتاب اور ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ

چمن بکڈپو اردو بازار دہلی